ماہنامہ

انوارِ مدینہ

جلد : ۱۷	صفرالمظفر ۱۴۳۰ھ / فروری ۲۰۰۹ء	شمارہ : ۲

سیّد محمود میاں	سیّد مسعود میاں
مدیر اعلٰی	نائب مدیر

بدلِ اشتراک	ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے
پاکستان فی پرچہ ۱۷ روپے.........سالانہ ۲۰۰ روپے	دفتر ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ ۷۵ ریال	اکاؤنٹ نمبر انوارِ مدینہ MCB (0954) 7914-2
بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ ۲۰ امریکی ڈالر	فون نمبرات
برطانیہ، افریقہ .... سالانہ ۲۰ ڈالر	جامعہ مدنیہ جدید : +92 - 42 - 5330311
امریکہ .... سالانہ ۲۵ ڈالر	خانقاہ حامدیہ : +92 - 42 - 5330310
جامعہ مدنیہ جدید کا اِی میل ایڈریس	فون/فیکس : +92 - 42 - 7703662
E-mail: jmj786_56@hotmail.com	رہائش ''بیت الحمد'' : +92 - 42 - 6152120
fatwa_abdulwahid1@hotmail.com	موبائل : +92 - 333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۵
ملفوظات شیخ الاسلامؒ	حضرت مولانا ابوالحسن صاحب بارہ بنکویؒ	۱۱
حضرت عائشہؓ کی عمراور حکیم نیاز احمد کا مغالطہ	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۱۳
حضرت اِبراہیم رضی اللہ عنہ	حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحبؒ	۲۱
بوبکر و عمر ، عثمان و علی رضی اللہ عنہم	حضرت سیّد نفیس الحسینی شاہ صاحبؒ	۳۱
تربیتِ اَولاد	حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ	۳۲
دفن کے بعد اَذان کہنے کا مسئلہ	حضرت مولانا سیّد فردوس علی شاہ صاحبؒ	۳۵
گلدستۂ احادیث	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۴۶
ماہِ صفر کے اَحکام اور جاہلانہ خیالات	حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب	۴۸
غیر مقلدین حضرات سے رفع یدین	حضرت مولانا اَنوار خورشید صاحب	۵۶
دینی مسائل		۶۱
اَخبار الجامعہ		۶۳

آپ کی مدتِ خریداری ماہ...ختم ہوگئی ہے

آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ.................روپے جلد اِرسال فرمائیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم امابعد !

گزشتہ ماہ کے قومی جرائد میں پاکستان مسلم لیگ (ن) کے صدراور پنجاب کے وزیرِاعلی جناب میاں محمد شہباز شریف کی جانب سے عوام کے نام ''اسراف، ضیاع اور نمائش کا خاتمہ'' کے عنوان سے ایک کھلا خط شائع ہوا ہے جس میں عوام سے شادی بیاہ کے موقع پر حد سے زیادہ اِسراف اور نمود و نمائش کو ترک کر کے سادگی اختیار کرنے کی نہایت درد بھرے اَنداز میں ترغیب دی گئی ہے۔

وزیرِاعلیٰ پنجاب کی جانب سے عوام کو سادگی کی ترغیب دینا ایک مستحسن اقدام ہے جس کو ہر سنجیدہ شخص قدر کی نظر سے دیکھتا ہے اور توقع کرتا ہے کہ اِس کے ذریعے بہتر سوچ عوام میں پیدا ہو مگر قومی سطح پر خود غرضی مطلب پرستی اور بے حسی کا سرطان جس حد تک مزاجوں میں بگاڑ پیدا کر چکا ہے اُس کا علاج صرف ترغیبوں سے ممکن نہیں ہے بلکہ اُس کے لیے دوا اَور بعض حالات میں سرجری کی بھی ضرورت پیش آجاتی ہے۔

لہٰذا ضرورت اِس بات کی ہے کہ ترغیبوں کے ساتھ سخت قوانین بھی بنائے جائیں اور اُن کو پوری قوت سے نافذ بھی کیا جائے تاکہ معاشرہ کو دیمک کی طرح چاٹ جانے والے بدمست عناصر کا قلعہ قمع کیا جاسکے۔

معاشرہ کو اِس حد تک ہلکان کرنے کا اصل ذمہ دار اقتدارِ اَعلی پر قابض طبقہ ہے جو سیاستدان، فوجی اور سول بیورو کریٹس، اور نو دولتیوں کی خاصی بڑی تعداد پر مشتمل ہے عوام ناقص العقل ہوتے ہیں بس اُوپر والوں کی نقل کرتے ہیں لہٰذا سخت سزاؤں کا عملی نفاذ اگر اُوپر سے نیچے کی طرف ہو تو اُس کے اَثرات بھی فوری اور دیرپا ہوں گے اور اگر قوانین کے نفاذ کی نیچے سے اُوپر والی پرانی یہودی ریت برقرار رہی تو فوائد کی جگہ نقصانات جنم لیں گے اور طبقاتی نفرتوں کی خلیج مزید وسیع ہو کر پہلے سے تباہ حال ملک کو مزید بربادی سے دوچار کر دے گی۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حکمرانوں کو اِسلامی قوانین نافذ کرنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہم دُنیا و آخرت میں سرخرو ہو جائیں۔ وما علینا الا البلاغ .

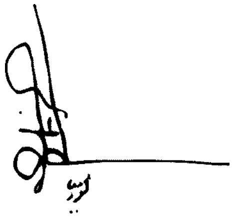

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) زیرِ تعمیر مسجد حامدؒ کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے مجوزہ دَارالاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(۳) اَساتذہ اور عملہ کے لیے رہائش گاہیں

(۴) کتب خانہ اور کتابیں

(۵) زیرِ تعمیر پانی کی ٹنکی کی تکمیل

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اَجر ہے۔

مولای صل وسلم دائما ابدا درس حدیث علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرتِ اقدس پیرومرشد مولانا سید حامد میاں صاحب ؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدس ؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدس ؒ کے اِس فیض کو تاقیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

استغفار کے فوائد۔ اِنسان گناہ کیوں کرتا ہے اور اِس کی حکمت

گناہ کا اعتراف اور ندامت بھی ضروری ہے۔ بڑی غلطی وہ ہوتی ہے جو اللہ کے یہاں بڑی ہو

اللہ کی رحمت نہ ہو تو معمولی بات بھی بڑا گناہ بن سکتی ہے

﴿ تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

(کیسٹ نمبر 58 سائیڈ A 1986 - 04 - 25)

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلٰوۃ والسلام علٰی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین امابعد !

رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے مثالیں بھی دی ہیں واقعات بھی بتائے ہیں کہ اِستغفار سے کیا کیا فوائد ہوتے ہیں۔ حدیث شریف میں یہ آتا ہے حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جو اِستغفار کو لازمی کرلے عادت بنالے جَعَلَ اللّٰہُ لَہٗ مِنْ کُلِّ ضِیْقٍ مَّخْرَجًا اللہ تعالیٰ اُس کے واسطے ہر تنگی سے کشادگی پیدا فرماتے ہیں وَمِنْ کُلِّ ھَمٍّ فَرَجًا اور ہر غم سے نجات کا راستہ وَرَزَقَہٗ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ [۱] اور اللہ تعالیٰ اُس کو وہاں سے رزق پہنچائیں گے جہاں اُس کا گمان نہ ہوگا۔

قرآنِ پاک میں سورۂ نوح میں ہے کہ حضرتِ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ فرمایا تھا اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا اللہ سے اِستغفار کرو وہ معاف فرمانے والا ہے۔ کیا کیا فوائد ہوں گے

---

[۱] مشکوۃ شریف ص۲۰۴

تو فوائد بتلائے یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائیں گے قحط سالی خشک سالی دُور ہوجائے گی وَيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ اور اللہ تعالیٰ تم کو مزید عطا فرمائیں گے مال بھی اَور نرینہ اَولاد بھی۔ مال کی کمی بھی بہت پریشانی کی بات ہے۔ اَولاد میں نرینہ اَولاد نہ ہو تو پریشانی کی بات ہے، یہ سب چیزیں یعنی قحط سالی، مالی کمی، نرینہ اَولاد کا نہ ہونا یا کم ہوجانا یہ اُن کی قوم میں پایا جاتا تھا مگر حضرتِ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ یہ بطورِ سزا کے ہے تمہارے لیے، تم اِستغفار کروگے تو اللہ تعالیٰ راضی ہوجائیں گے تمہارے گناہوں کو معاف فرمادیں گے اَور یہ پریشانیاں جو اِس قسم کی ہیں یہ جاتی رہیں گی۔ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا تمہارے لیے یہ باغات ہیں، باغ تیار دیر سے ہوتا ہے اَور جل جائے درخت تو اُس کی جگہ پورا درخت مکمل پیدا ہونے میں تو بڑا وقت چاہیے یہ بھی ہوگا نہریں بھی چلیں گی یعنی پانی کی اِتنی فراوانی ہوجائے گی کہ تمام قسم کی ضرورتیں جو ہوتی ہیں اِنسان کی، پھلوں سے یا زمین کی پیداوار سے متعلق وہ سب پوری ہوں گی لیکن اُن کی قوم نہ مانی۔

حضرتِ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص اُن کے پاس آیا تو اُس نے یہی شکایت کی کہ مالی کمی ہے بہت پریشانی ہے اُنہوں نے اُسے اِستغفار بتلایا، کسی اَور شخص نے نرینہ اَولاد کے نہ ہونے کو بتایا اُس کے لیے بھی اُنہوں نے یہی بتلایا اُس کو کہ اِستغفار کرو، سُننے والے جو پاس بیٹھے تھے ایک صاحب، اُنہوں نے کہا کہ آپ نے اِس کو بھی اُس کو بھی اَور کوئی اَور بھی آیا تھا اُس کو بھی مختلف اَغراض کے لیے اِستغفار بتلایا ہے تو اُنہوں نے پھر یہ آیت پڑھی کہ حضرتِ نوح علیہ السلام نے جیسا کہ قرآنِ پاک میں آتا ہے اپنی قوم کو اِستغفار کا مشورہ یا حکم دیا اور تبلیغ کی اللہ کی طرف سے کہ اُنہیں اِستغفار کرنا چاہیے اور جب وہ اِستغفار کریں گے تو یہ خشک سالی جاتی رہے گی بارش ہوگی پانی کی فراوانی ہوگی پیداوار ہوگی وغیرہ وغیرہ۔

اِنسان گناہ کیوں کرتا ہے ؟ :

آخر اِنسان گناہ کرتا ہی کیوں ہے اللہ تعالیٰ نے ایسا کیوں نہیں کردیا کہ گناہ ہی نہ ہو، تو حدیثِ پاک میں آتا ہے یہ کہ گناہ سے توبہ کرنا یہ اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے کہ کوئی اُس سے توبہ کرے اَور توبہ وہی کرے گا جو گناہگار ہوگا ملائکہ کو حکم نہیں ہے کہ وہ اِستغفار کریں کیونکہ گناہ ہے ہی نہیں ہاں اِنسانوں کو حکم ہے کہ اِستغفار کریں کیونکہ گناہ ہے جنات کو حکم ہے کہ وہ اِستغفار کریں کیونکہ گناہ ہے جانوروں کا یہ معاملہ نہیں ہے کہ وہ

اِستغفار کریں اُن کے بارے میں کچھ بھی نہیں ہے اُن کا گناہ ہی نہیں ہے۔ تو آقائے نامدار ﷺ قسم کھا کر فرماتے ہیں وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ قسم اُس ذات کی کہ جس کے قبضے میں میری جان ہے لَوْ لَمْ تُذْنِبُوْا اگر تم گناہ نہ کرو لَذَھَبَ اللّٰہُ بِکُمْ تو اللہ تعالیٰ تمہیں تو لے جائیں وَلَجَآءَ بِقَوْمٍ اور ایسے لوگوں کو (تمہاری جگہ) لائیں کہ یُذْنِبُوْنَ فَیَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰہَ کہ جن سے گناہ ہو اور وہ خدا سے توبہ کریں تو فَیَغْفِرُلَھُمْ [1] اُن کو اللہ تعالیٰ بخشے اپنی بخشش سے نوازے۔

اللہ تعالیٰ کے جو اَسمائے صفات ہیں ننانوے اُن میں '' غَفَّارٌ '' بھی ہے یعنی بخشنے والا، اُن میں ''تَوَّابٌ '' بھی ہے توبہ بہت زیادہ قبول فرمانے والا یا بار بار قبول فرمانے والا، گناہ تو بار بار ہوتا ہے اَور ''عَفُوٌّ'' بھی ہے اللہ کے اَسمائے حُسنیٰ میں اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ یہ حدیث کی دُعاء ہے۔ تو اِن صفات کا تقاضا یہ ہے کہ اِن صفات کا کوئی مَصرف (مظہر) ہو وہ مَصرف یہی ہے اِنسان اَور جنات یہ دو مُکلّف بنادیے اِن دو کو اپنی مغفرت کا اَور عفو کا مَصرف بنا دیا توبہ قبول فرمانے کا تو صفاتِ رحم سے تعلق ہے قریب قریب۔ اِس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کا وجود قدرتی طور پر عقلی طور پر بھی سمجھ میں آتا ہے جب اللہ کی یہ صفات ہیں تو اِن صفات کا کہیں استعمال تو ہوتا ہوگا تو وہ استعمال تم پر ہو رہا ہے لیکن اگر تم فرشتے بن جاؤ یا جانور بن جاؤ تو پھر اللہ ایسی مخلوق اَور پیدا فرمادیں گے کہ جو گناہ اَور توبہ دونوں کام کریں گے۔

گناہوں کا اعتراف ضروری ہے مگر صرف اللہ کے سامنے :

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اعْتَرَفَ بندہ جب گناہ کا خدا سے اِقرار کر لیتا ہے ثُمَّ تَابَ تَابَ اللّٰہُ عَلَیْہِ [2] پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ اُس کی توبہ قبول فرماتے ہیں۔ تو جس بندے سے گناہ کا صدور ہوا ہو اُس کے اعتراف کا مطلب کیا ہے کیا وہ کسی کے سامنے اعتراف کرے جا کر؟ نہیں کسی کے سامنے نہیں کرے گا اعتراف، کسی دُوسرے کو بتلانا اپنے گناہ کو کہ یہ گناہ میں نے کیا ہے یہ منع ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے اِنَّ مِنَ الْمَجَانَةِ یعنی یہ بندے کی بے پرواہی کی بات ہے کہ وہ خدا کی رحمت سے بے پرواہ ہونا ظاہر کر رہا ہے اپنا کہ اللہ تعالیٰ نے تو اُس کے گناہ پر رکھا ہے پردہ اَور وہ اپنا پردہ خود کھول رہا ہے کہتا ہے میں

---

[1] مشکوۃ شریف ص ۲۰۳ [2] ایضاً

نے یہ گناہ کیا ہے تو اعتراف کا مطلب پھر کیا ہے؟ اعتراف کا مطلب یہ ہے کہ اپنے دل میں اعتراف کرے کہ واقعی میں نے برا کام کیا مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوئی ہے نافرمانی ہوئی ندامت اُس کے دل میں آئے، ندامت دل میں لانا یہ اعتراف ہے۔ اعتراف سے مراد اپنے اَور اللہ کے درمیان اعتراف کرنا ہے مخلوق کے سامنے گناہ کا اِظہار کر کے پھر اِستغفار کرنا پھر اِعتراف کرنا یہ مطلب نہیں ہے اِس کا تو اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اعْتَرَفَ جب بندہ اپنے دل میں مان لیتا ہے یہ بات کہ میں پُر تقصیر ہوں مجھ سے غلطی ہوئی ہے ثُمَّ تَابَ پھر وہ اللہ کی طرف رُجوع کرتا ہے تَابَ اللّٰہُ عَلَیْہِ اللہ تعالیٰ اُس کی توبہ قبول فرماتے ہیں۔ [1]

بار بار گناہ کرنے والوں میں یا توبہ کرنے والوں میں شمار ہوگا ؟ :

ایک بات یہ بھی ہوتی ہے اِنسان سے کہ اُس نے توبہ کر لی اَور پھر گناہ کر لیا پھر کہتا ہے آئندہ کبھی نہیں کروں گا ایسا، تھوڑی دیر گزرتی ہے پھر وہی کر لیتا ہے پھر کہتا ہے ہرگز نہیں کروں گا اَور کبھی نہیں کروں گا وغیرہ وغیرہ لیکن تھوڑے عرصے بعد پھر وہ کام کر لیتا ہے گناہ کا، تو یہ آدمی اللہ تعالیٰ کے یہاں بار بار گناہ کرنے والوں میں لکھا جائے گا یا بار بار توبہ کرنے والوں میں اِس کو لکھا جائے گا کیونکہ دونوں باتیں بار بار پائی جارہی ہیں گناہ بھی بار بار اَور توبہ بھی بار بار۔ تو یہاں حدیث شریف میں آتا ہے مَا اَصَرَّ مَنِ اسْتَغْفَرَ جو آدمی خدا سے اِستغفار کرتا رہے اُس کو اللہ کے یہاں اُن لوگوں میں شمار نہیں کیا جائے گا کہ جو گناہ پر جمے ہوئے ہیں وَاِنْ عَادَ فِی الْیَوْمِ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً [2] اگرچہ وہ دن میں اُس گناہ کو ستّر دفعہ کر لے اَور ستّر ہی دفعہ توبہ کر لے تو اُس کو یہ نہیں لکھا جائے گا اللہ کے یہاں کہ یہ گناہ پر جما ہوا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ کُلُّکُمْ خَطَّاءُ وْنَ تم سب کے سب بار بار غلطیاں کرنے والے ہو کوئی ایسا نہیں ہے جس سے غلطی نہ ہوتی ہو بلکہ یہ سمجھ لیں کہ بار بار ہوتی ہے یا خَطَّاءُ وْنَ کا ترجمہ بڑی بڑی غلطیاں کرنے والے ہو۔

---

[1] ان سے مراد وہ گناہ ہیں جو حقوق اللہ سے متعلق ہوتے ہیں اور جو گناہ بندوں کے حقوق سے تعلق رکھتے ہوں اُن میں صرف دل میں ندامت اور اعتراف کافی نہیں ہے جس بندہ کا حق تلف کیا اور اُس کے ساتھ ظلم وزیادتی کی ہو اُس کو اُس کا حق ادا کرنا یا اُس سے معاف کرانا بھی ضروری اور لازمی ہے اِس کے بغیر اللہ تعالیٰ بھی معاف نہیں فرماتے۔ (محمود میاں غفرلہٗ) [2] مشکوۃ شریف ص ۲۰۴

اللہ کی رحمت نہ ہو تو معمولی بات بھی بڑا گناہ بن سکتی ہے :

معنٰی یہ ہے کہ اگر خدا کی رحمت نہ ہو تو پھر تو بڑی سخت بات بن سکتی ہے۔ اِس پر مجھے خیال آتا ہے ویسے کہ ابوبکر اَور عمر رضی اللہ عنہما سے افضل تو اُمت میں اَور کوئی نہیں ہے بعد میں ہی ہے دُوسروں کا درجہ افضلیت میں، مرد ہوں یا عورتیں ہوں سب میں افضل ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اُن کے بعد حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ ہیں اَور دونوں کے بارے میں یہ آتا ہے کَادَ الْخَیِّرَانِ یَهْلِكُ قریب تھا کہ یہ دو بڑے اچھے لوگ نیکوکار ہلاک ہوجائیں اَور بات کیا تھی؟ وہی تھی جو سورۂ حجرات میں آتی ہے لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ کہ رسول اللہ ﷺ کی آواز سے زیادہ آواز نہ اُٹھاؤ، زیادہ زور سے بولنا یہ بھی گستاخی ہے وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ جیسے ایک دُوسرے سے زور زور سے بول لیتے ہیں اِس طرح نہ کرو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ۔ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ کہ تمہارے عمل ضائع چلے جائیں خدا کی نظر میں معاذ اللہ اَور تمہیں پتہ بھی نہ چلے۔ یہ گناہ کیسا ہوا؟ زبان سے متعلق، رفعِ صوت گلے سے متعلق، اَلفاظ زبان سے متعلق، بظاہر غور کیا جائے کوئی (بڑا) عملی گناہ اُس نے نہیں کیا لیکن اِتنی سی بات پر بھی یہ فرمادیا گیا کہ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۔

دربارِ رسالت ﷺ کا اَدب :

تو حضرتِ ابوبکر اَور حضرتِ عمر رضی اللہ عنہما بعد میں بہت آہستہ بات کرتے تھے بعض دفعہ دہرانی پڑتی تھی کہ کیا کہہ رہے ہیں ذرا زور سے بتائیں حالانکہ حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ جَهِیْرُ الصَّوْتْ تھے۔

حضرتِ ثابت ابن قیس ابن شماس رضی اللہ عنہ جو ہیں وہ تو گھر میں بیٹھ گئے وہ رسول اللہ ﷺ کے بہت مقرب صحابی تھے فصیح اللسان تھے جہیر الصوت تھے لاؤڈ سپیکر تو ہوتا نہیں تھا تو خطیب اگر اچھا بھی ہو اَور آواز بلند نہ ہو تو بڑی دِقت کی بات ہوتی تھی خطابت کے لوازمات میں سے یہ تھا کہ اچھی اَور بڑی آواز ہو تو یہ خطیب تھے رسول اللہ ﷺ کے۔ تو جب بھی بولتے تھے کیونکہ آواز قدرتی بڑی تھی تو وہ زیادہ آواز ہوتی تھی جب یہ آیتیں اُتریں تو وہ گھر میں بیٹھ گئے آئے ہی نہیں (سامنے) آتے ہوں گے نماز کو اَور خاموشی سے چلے جاتے ہوں گے رسول اللہ ﷺ کے سامنے ہی نہیں پڑے تو رسولِ کریم علیہ الصلٰوۃ والتسلیم نے پوچھا کہ وہ کہاں

ہیں؟ تو معلوم ہوا گھر میں ہیں، پوچھوایا کیا بات ہے نہیں آئے ملے نہیں؟ جو بھی پیغام دیا ہو اِس قسم کا تو اُس آدمی نے آکر بتایا کہ وہ تو اِن آیتوں کی وجہ سے بہت پریشان ہیں غم میں مبتلا ہیں وہ کہتے ہیں کہ میرے تو عمل سارے ضائع چلے گئے ہوں گے کیونکہ اُن کی آواز تو ہمیشہ ہی زیادہ ہوتی تھی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں اُن سے یہ کہو کہ تم اہلِ نار میں سے نہیں ہو وَلٰكِنَّكَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ [۱] تم جنتی ہو اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔ تو اِنسان سے غلطی ہوتی ہے اَور اگر یہ ترجمہ کیا جائے کہ بڑی غلطی ہوتی ہے تو بڑی غلطی بھی ہو جاتی ہے کبھی نہ کبھی۔

بڑی غلطی وہ ہے جو اللہ کی نظر میں بڑی ہو :

اَور بڑی غلطی کا مطلب وہ نہیں ہے کہ جسے ہم بڑی غلطی سمجھتے ہیں بلکہ وہ ہے جو خدا نے بتادی ہو وہ بڑی غلطی ہے چاہے اُس کو بعض لوگ غلطی بھی نہ سمجھتے ہوں مگر خدا کے یہاں وہ غلط ہے تو اَب اِن میں جب ہر اِنسان ایسا ہوا کہ اُس سے غلطی ہوتی ہے تو اچھا کون ہے؟ تو فرمایا کہ خَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ اِن خطا کاروں میں بہترین وہ ہیں کہ جو بار بار توبہ کریں، جو توبہ بار بار کرتے رہیں وہ بہترین لوگ ہیں۔ تو اِستغفار کی بڑی فضیلتیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رحمتوں اَور مغفرتوں سے نوازے، ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے، اپنی رضا اَور فضل نصیب فرمائے، آمین۔ اختتامی دُعاء ......

---

[۱] مشکوٰۃ شریف ص۵۷۶

ملفوظات شیخ الاسلام

حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

﴿ مرتب : حضرت مولانا ابوالحسن صاحب بارہ بنکوی رحمہ اللہ ﴾

☆ ☆ ☆

☆ بجز رضائے الٰہی اور توجہ الی الذات المقدسہ (اللہ کی ذات) کوئی چیز مقصودِ اصلی نہ ہونی چاہیے یعنی بے چینی اور طلب اسی کی ہونی اور رہنی چاہیے مگر اِس کے یہ معنٰی نہیں ہیں کہ در باشاہی سے جو اِس کے سوا ملے تو اُس کو رد کر دیا جائے اِنَّ اللّٰہَ تَصَدَّقَ عَلَیْکُمْ فَاقْبَلُوْا صَدَقَتَہٗ بلکہ اس کو سر اور آنکھوں پر رکھیں مگر طلب اور بے چینی صرف مقصدِ اصلی کے لیے ہو اِس کے سوا جو ملے اس کو لیے رہیں اور طلب مقصودِ اصلی میں سکون نہ ہو۔

جو حالتیں حال میں یا خواب وغیرہ کی پیش آئیں لوگوں سے بیان نہ کیجئے ، ہاں اگر بے اختیاری طور پر کچھ ظاہر ہو جائے تو مضائقہ نہیں ہے، جو حرکات آواز وغیرہ اور درد محسوس ہوتا ہے وہ آثار ذکر کے ہیں۔

اپنے مصلح اور ہادی سے فائدہ اور اصلاح جب ہی ہوتی ہے کہ آدمی آپنے آپ کو اس طرح سپرد کر دے جس طرح مردہ نہلانے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے (کَالْمَیِّتِ فِیْ یَدِی الْغَسَّالِ) نیز یک در گیر محکم گیر پر عامل ہو، یعنی جس شخص کا دروازہ پکڑا ہے اُس کو مضبوطی سے پکڑنا چاہئے ، آج یہاں کل وہاں نہ ہونا چاہیے۔

ذکر کے وقت اور دُوسرے اوقات میں گریہ (رونے) کا غلبہ سلسلہ چشتیہ کی نسبت کا ظہور ہے۔ قلب میں دَرد ہونا بھی مبارک ہے۔ اگر کسی وقت اس قدر بے چینی بڑھ جائے کہ تحمل نہ ہو سکے تو تھوڑے پانی میں سورہ فاتحہ گیارہ مرتبہ پڑھ کر پی لیا کیجئے۔ اِنشاءاللہ سکون ہو جائے گا۔

اپنی کیفیتوں کو جہاں تک ممکن ہو لوگوں پر ظاہر نہ کیجئے ، اگر بے اِختیار طور پر کچھ ظاہر ہو جائے مضائقہ نہیں ہے۔

بیعت توبہ اور بیعت اِرشاد میں فرق ہے، بیعت توبہ یہ ہے کہ کسی شخص کو الفاظِ توبہ تلقین کرائے جائیں اور اُس کو اتباع شریعت کی تاکید کر دی جائے ، یہ امر ہر اُس شخص کے لیے صحیح ہے جو کہ عالم باعمل ہو، خواہ اس

نے کسی مجاز طریقت کے ہاتھ پر بیعت کی ہو یا نہ، خواہ اُس نے سلوک تصوف طے کیا ہو یا نہ، خواہ اُس کو مرشد سے اجازت تسلیک (تصوف کے اسباق سکھانے کی) ہو یا نہ، اور بیعت اِرشاد اُس شخص کا حق ہے جس نے کسی مجاز طریقت کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد منازلِ سلوک طے کر کے ملکۂ یادداشت حاصل کر لیا ہو اور مجاز تسلیک ہو گیا ہو۔

☆ ذکر اور اپنی اصلاح کی فکر موجبِ شکر ہے اِس میں جس قدر بھی تعمیر (صرفِ) اَوقات ہو جدوجہد رکھیں۔ عمر عزیز کے گرانمایہ لمحات کو ضائع نہ ہونے دیں۔

☆ اپنے آپ کو سب سے کمتر جاننا چاہیے اور اللہ کے فضل و کرم کا ہر وقت خواستگار اور اُس کی ناراضی سے ہمیشہ خائف رہنا چاہیے۔

۞ ۞ ۞

وفیات

مرحوم الحاج حکیم احمد حسن صاحب بھوئی گاڑہ والوں کی اہلیہ محترمہ ۲۸ر محرم کو وفات پا گئیں، اِدارہ مرحومہ کے صاحبزادگان مولانا بدرالدین صاحب اور مولانا شہاب الدین صاحب اور دیگر سب برادران کی خدمت میں تعزیتِ مسنونہ پیش کرتا ہے اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرما کر اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے

۸ر جنوری کو حضرت مولانا محمد حسن صاحب کی خوشدامن صاحبہ طویل علالت کے بعد اِنتقال فرما گئیں۔ مرحومہ بہت نیک دل خاتون تھیں اللہ تعالیٰ مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق نصیب ہو۔

۲۵ر دسمبر کو جناب ریحان علی صاحب کے تایا صاحب وفات پا گئے۔

۴ر جنوری کو جناب سید سلیم صاحب زیدی کے چچازاد بھائی انتقال فرما گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل نصیب ہو۔ جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے ایصال ثواب کرایا گیا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

سلسلہ نمبر ۳۱ قسط : ۱۱

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

حضرت عائشہ رض کی عمر اور حکیم نیاز احمد صاحب کا مغالطہ

حضرتِ اقدسؒ اور حکیم نیاز احمد صاحب کے درمیان خط وکتابت [۱]

حکیم نیاز احمد صاحب کا خط

29 - 1 - 81

محترمی حضرت مولانا صاحب ! زاد لطفکم

السلام علیکم

(ا) آپ کا 26 ماہِ حال کا لکھا ہوا خط کل 28 کو ملا۔ میرا خیال ہے کہ آپ کا کوئی گرامی نامہ ضائع نہیں ہوا آپ کا پچھلا مکتوب غالباً 80-12-29 کو ملا تھا جس میں تحریر تھا کہ 5 جنوری کو مولانا سید اَسعد مدظلہٗ تشریف لا رہے ہیں آپ بے حد مصروف ہوں گے۔

---

[۱] گزشتہ شماروں میں قارئین نے جہلم کے حکیم فیض عالم صاحب کی حضرت اقدس قدس سرہ العزیز سے طویل خط وکتابت ملاحظہ فرمائی، اپریل ۲۰۰۸ء کے شمارہ سے سرگودھا کے حکیم نیاز احمد صاحب کی حضرت اقدسؒ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حضور اکرم ﷺ سے شادی کے وقت عمر کے متعلق طویل خط وکتابت ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ حکیم صاحب نے اِس سلسلہ میں ایک ضخیم کتاب لکھی ہے حکیم صاحب کو مغالطہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نکاح و رُخصتی کے وقت جو عمر اَحادیث میں آئی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ پیش نظر صفحات میں اِسی خط وکتابت کو دیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

(۲) میرا خیال تھا کہ پروگرام ایسا بنے گا کہ سرگودھے والوں کو شرف زیارت حاصل ہوگا مگر یہ آرزو آرزو ہی رہی۔

(۳) اِتفاق ایسا ہوا اُن دنوں کچھ عزیزوں کی پے در پے ایسی موتیں ہوئیں کہ میرا اُس وقت سرگودھے سے باہر نکلنا مشکل تھا پچھلے مہینے کے آخر میں حضرت مولانا سید احمد رضا صاحب کراچی جانے سے پہلے تشریف لائے اور دو تین چکر کاٹے مگر میں نہ مل سکا مجھے معلوم ہوگیا تھا کہ وہ سرگودھے میں تشریف فرما ہیں مگر اُن تک جانے کا وقت نہ مل سکا جب ذرا فرصت ہوئی تو وہ تشریف لے جا چکے تھے۔ اُس وقت نہ ملنے کا افسوس ہی رہا پھر پچھلے ہفتے تشریف لائے تو ملاقات ہوئی۔

(۴) آپ کے خطوط کے متعلق حضرت مولانا سید احمد رضا مد فیوضہ' سے کوئی تفصیلی بات نہیں ہوئی معلوم نہیں کیسے اُن کے ذہن میں یہ بات رہ گئی کہ مجھے آپ کا کوئی گرامی نامہ نہیں ملا۔

(۵) میرا خیال ہے کہ میرا بھی کوئی خط ضائع نہیں ہوا۔ وسط دسمبر کے بعد تو میں نے کوئی خط لکھا ہی نہیں۔

(۶) حضرت مولانا! بڑھاپا خود ایک مرض ہے میں سفر سے کتراتا ہوں ایک کان کا پردہ پھٹ گیا سفر سے اُس میں پیپ آنے لگتی ہے بسوں اور ریلوں کا سفر بس سے باہر ہے مسافروں کا اژدحام اور ریکارڈنگ رُوح فرسا ہے اِس لیے بے حد مجبوری میں سفر کرنا پڑتا ہے وہ بھی جب کوئی ساتھ ہو۔

(۷) ....

(۸) ....

(۹) میرے ایک عزیز دوست فاضل دیو بند مولانا محمد رمضان کا اِسی مہینے لاہور میں انتقال ہوگیا اُن کا لڑکا لاہور میں رہتا ہے اُن کی تعزیت کے لیے آنا ہے نیز مولانا محبوب الٰہی منگلوری کا خط آیا ہے اُن پر فالج کا اَثر ہے اُن کی خواہش ہے کہ میں اُنہیں آکر دیکھوں۔ ذرا سردی کم ہوتو لاہور حاضر ہوں گا۔ جی چاہتا ہے کہ آپ سے بھی ملاقات ہو۔

(۱۰) خط وکتابت کا سلسلہ بیچ میں ہی رہ گیا روایتِ تزوجِ ہشام کے متعلق میں نے لکھا تھا کہ محدثین کے نزدیک یہ اصل ہے اور باقی روایات اِس کے متابع ہیں دلیل یہ لکھی تھی تمام محدثین نے روایتِ

ہشام کو بابِ تزوج میں سب سے پہلے اِسی روایت کو ذکر کیا ہے اور پھر دُوسری متابعات کا ذکر کیا ہے۔ کسی نے بھی روایتِ ہشام کو ترک نہیں کیا۔ اکابر محدثین نے صرف روایتِ ہشام کو ذکر کیا اور کسی دُوسری روایت کا ذکر ہی نہیں مثلاً بخاری میں امام بخاریؒ نے، امام دارمیؒ نے دارمی میں، امام شافعیؒ نے کتاب الام اور اختلاف الحدیث میں، امام ابوداوٗدؒ نے سنن ابوداوٗد میں۔

نوٹ : اصل روایت۔ متابع۔ شاہد محدثین کی مصطلحات ہیں۔

اِس کے جواب کے بعد آگے سلسلہ شروع ہوسکتا ہے۔ فقط

دُعاگو

نیاز احمد

حضرت اقدسؒ کا خط

آنجناب نے تحریر فرمایا ہے کہ روایتِ تزوج میں ہشام بن عروہ کی روایت محدثین کے نزدیک اصل ہے اور باقی متابعات ہیں۔ اِس کے بارے میں میں نے عرض کیا تھا کہ بات اِس لیے دُرست نہیں ہے کہ حضرت عروہ سے بڑے درجے کے حضرت اسودؒ بھی یہ روایت نقل فرما رہے ہیں وہ اہل کوفہ میں ہیں۔ محدثین کوفہ کے نزدیک اصل روایت حضرت اَسود رحمۃ اللہ علیہ کی ہوگی یا ابوعبیدہ کی ہوگی نہ کہ ہشامؒ کی۔ جن حضرات نے مدینہ منورہ میں پڑھا ہے اُن میں امام شافعیؒ بھی ہیں، انہیں وہی روایت پہنچی ہوگی جو مکہ مکرمہ مدینہ منورہ بغداد یا مصر کے علماء کی ہوگی۔

یہ بات بالاختصار گزشتہ عریضہ کے ص ۲ پر تحریر خدمت کرچکا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ جناب نے روایت عروۃ بن الزبیر کو اَصل قرار دیا ہے اور باقی حضرات کی روایت کو تابع قرار دیا ہے یہ دُرست نہیں ہے۔ امام بخاری سے پہلے ائمہ حدیث میں ابن ابی شیبہؒ نے فقط کوفی سند دی ہے، دُوسری سند ہی نہیں دی۔ اَبُوْبَکْرٍ قَالَ نَا اَبُوْمُعَاوِیَۃَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَۃَ (مُصَنَّفُ اِبْنِ اَبِیْ شَیْبَۃَ ص ۳۴۵ ج ۴) اِن کے نزدیک اَصل یہی روایت ہے۔ یہ سب رجال بخاری ہیں کچھ ایسے محدثین ہیں جنہوں نے اَسْوَدُ اَبُوْعُبَیْدَۃَ ابْنُ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اور عُرْوَۃ تینوں کی روایات دی ہیں جیسے نسائی

نے بَابُ النِّکَاحِ الرَّجُلِ اِبْنَتَہُ الصَّغِیْرَۃَ میں تینوں حضرات کی روایات دی ہیں البتہ اَسود رحمة اللہ علیہ کا تقدم واضح ہے اصلی روایت تو اُن کی قرار دینی زیادہ مناسب ہے خصوصًا ہمارے نزدیک۔

والسلام

حامد میاں غفرلہٗ

حکیم نیاز احمد صاحب کا خط

11-2-81

محترمی حضرت مولانا ! دام مجدکم السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا گرامی نامہ باعثِ کرامت ہوا۔ میں ممنون ہوں کہ آپ نے میری تحریر کی طرف توجہ دی مگر معلوم ہوتا ہے کہ آپ عدیم الفرصت ہیں۔ قلتِ وقت کی بنا پر سرسری جوابات سے نوازا ہے۔ یہ ''ہوگی'' محققانہ اَنداز نہیں ہے۔

(١) میں پھر اپنی بات دہراتا ہوں۔ امام بخاریؒ نے، امام شافعی ؒ نے، امام ابوداؤد ؒ نے اَور امام عبدالرزاق ؒ نے اَور امام دارمیؒ نے صرف روایتِ ہشام کو قبول کیا ہے۔

(٢) صحاحِ ستّہ والوں نے پہلے روایتِ ہشام کا ذکر کیا ہے اِس کے بعد دُوسری روایات کو ذکر کیا۔ روایتِ ہشام کو کسی نے ترک نہیں کیا۔ اَصل اَور متابع اِسی سے ظاہر ہے۔

(٣) آپ تحریر فرماتے ہیں کہ ''جن حضرات نے مدینہ میں پڑھا اُن میں امام شافعی ؒ بھی ہیں اُنہیں وہی روایت پہنچی ہوگی مگر حقیقت یہ ہے کہ امام شافعیؒ کے اِس روایت کے شیخ سفیان عیینہؒ ہیں اَور وہ کوفی ہیں۔

(٤) میرے پاس مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ نہیں ہے اَور نہ میں نے اُس سے رُجوع کیا اَب دیکھوں گا اِنشاء اللہ۔ مگر ابوبکرؒ کے شیخ ابومعاویہؒ جن سے اَسودؒ کی روایت منقول ہے جیسا کہ مصنف ابوبکر میں ہے خود ہشام سے اس روایت کے راوی ہیں جیسا کہ مسلم میں ہے۔ سند یہ ہے : حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِیَةَ عَنْ ھِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ الخ .

نسائی میں ہے : حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْمُعَاوِیَةَ قَالَ حَدَّثَنَا ھِشَامُ

بْنُ عُرْوَةَ الخ .

نسائی نے اِس باب میں پہلے یہی روایت لی ہے اِس کے بعد محمد بن العلاء و احمد بن حرب کے واسطے سے حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِیَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ ؓ لائے ہیں۔ اِس سے یہی ظاہر ہے کہ ابو معاویہ کے ذریعہ سے بھی ہشام بن عروہ کی روایت اَصل ہے۔

(۵) آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ ''ابوبکر نے صرف ابو معاویہ کی روایت لی ہے اَور یہ بخاری سے مقدم ہیں'' مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ابوبکر بن ابی شیبہ ہشامؒ سے روایتِ تزوج کے رواۃ ہیں۔ مسلم کی پہلی روایت ابوبکر بن ابی شیبہ سے منقول ہے اَور مسلم اِس روایت کو باب میں سب سے پہلے لائے ہیں۔ سند یہ ہے: حَدَّثَنَا اَبُوْ کُرَیْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَ وَجَدْتُّ فِیْ کِتَابِیْ عَنْ اَبِیْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ ؓ قالت الخ تو اِس لیے یہ استدلال کہ ابوبکر بن ابی شیبہ نے صرف اَسود کی روایت ابو معاویہ عن الاعمش کو لیا ہے اِس لیے یہی اصل ہے صحیح نہیں ہے۔

(۶) آپ نے روایتِ اَسود کو کوفی ہونے کی وجہ سے اَصل فرمایا حقیقت اِس کے خلاف ہے۔

روایتِ ہشام بن عروہ کے اِن سے براہِ راست روایت کرنے والے ۹ حفاظ کوفی ہیں۔

۱	سفیان ثوری کوفی	بخاری میں
۲	سفیان بن عیینہ کوفی	کتاب الام میں
۳	ابو معاویہ کوفی	مسلم نسائی میں
۴	ابو اُسامہ کوفی	بخاری اَور مسلم میں
۵	عبدہ بن سلیمان کوفی	مسلم میں
۶	علی بن مسہر کوفی	بخاری ابن ماجہ اَور دارمی میں
۷	ابن نمیر کوفی	مسلم میں
۸	یونس بن بکر کوفی	بیہقی میں
۹	وکیع بن جراح کوفی	غیر صحاح میں

مذکورہ بالا تمام حفاظِ حدیث ہیں اَور کوفی ہیں۔تو اِن سب نے بالا تفاق روایتِ ہشام بن عروہ کو لیا ہے۔روایتِ اَسود کو ان میں سے صرف ابو معاویہ نے ذکر کیا ہے۔

معلوم یہ ہوتا ہے کہ روایتِ اَسود کو خود کوفے والوں نے قبول نہیں کیا۔

(۷) ابو معاویہ کے طبقہ میں اِس روایتِ اَسود کا اَور کوئی راوی نہیں ہے۔اِسی طبقے کے ۸ حفاظ کوفی روایت ہشام بیان کرتے ہیں مگر روایتِ اَسود سے خاموش ہیں۔اِس روایت میں ضرور کوئی علتِ قادحہ ایسی ہے جس کی وجہ سے اِسے نظر اَنداز کر دیا گیا۔اِن حفاظ میں سے بہت سے اَعمش سے روایات بیان کرتے ہیں مگر اِس روایتِ اَسود کو بیان نہیں کرتے۔

(۸) ابو معاویہ کے سوا اَعمش سے روایتِ اَسود کا پورے ذخیرۂ حدیث میں کوئی راوی نہیں۔ اَعمش کے طبقہ میں اَعمش کے سوا اِبراہیم سے اِس روایتِ اَسود کا کوئی راوی نہیں۔پھر آگے ابراہیم کے طبقہ میں ابراہیم کے سوا اِس روایتِ اَسود کا کوئی راوی نہیں۔تو اَسود سے صرف ابراہیم اور ابراہیم سے صرف اَعمش اور اَعمش سے صرف ابو معاویہ اِس کے راوی ہیں۔

(۹) تو یہ سند اَسود سے ابو معاویہ تک واحد عن واحد ہے۔کوفے کے اِن حفاظ کو اِس روایتِ اَسود سے کوئی کد تو تھی نہیں کہ اِسے ترک کر دیا۔اور ہشام بن عروہ کی روایت کو قبول کر لیا اور ابو عبیدہ کی روایت تو اِس سے بھی نیچے ہے۔

اَسود کبار تابعین میں سے ہیں مگر کوفے والے اُن کو اِس روایت کو قبول کرنے میں متأمل ہیں۔

(۱۰) اِس تحریر سے میرا مدعا صرف یہ ہے کہ اِس باب میں روایتِ ہشام بن عروہ اَصل ہے اور روایتِ اَسود متابع ہو سکتی ہے۔

بلا وجہ ہم یہ خیال کریں کہ کوفیوں کے نزدیک روایتِ اَسود اَصل ہوگی دُرست نہیں ہے۔کوفے والوں کے نزدیک بھی اَصل روایت ہشام بن عروہ کی ہے اَور روایتِ ہشام ہی کوفی روایت ہے۔

(۱۱) اگر آپ کو میرا یہ اِستدلال قبول ہے تو دُوسرا مقدمہ شروع کروں گا۔

زیادہ کیا تصدیع کروں۔راقم

نیاز احمد

حضرت اَقدس رحمہ اللہ کا خط

باسمہ سبحانہٗ

محترمی ومکرمی دام مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

گرامی نامہ موصول ہوا۔ اِس میں اَور بہت سی نئی باتیں آگئی ہیں اِن کے جواب میں تو اَصل بات مخلوط ہوکر رہ جائے گی اِس لیے صرف ایک دو باتوں کی طرف توجہ دِلاؤں گا اَور پہلے ہی کی طرح اختصار کروں گا۔

دراصل میرے نزدیک تو حدیثِ تزوج خبرِ مشہور کا درجہ رکھتی ہے اَور جناب نے پہلے ہی اختیار دے رکھا ہے کہ کوئی اختلافِ رائے کرتا ہے تو کرے اُسے حق ہے اِس لیے مجھ سے جناب جب کوئی سوال کریں گے تو میرا جواب اپنے نقطۂ نظر سے ہوگا پھر اَور باتیں چل پڑیں گی جن کی وجہ سے آپ کی پوری بات سامنے نہ آسکے گی۔

میں نے جو سوال کیا تھا وہ یہ تھا کہ جناب کے پاس ایسی دلیلیں جو نہ ٹوٹ سکتی ہوں کیا ہیں؟ اور اُن میں سے وزنی دلیل کونسی ہے؟ میری گزارش کا جواب جناب نے تحریر فرمانا شروع کیا ہے وہ جناب پورا کرلیں میں اُس کا بلکہ اگر ایک سے زائد چند ایسی دلائل ہوں تو اُن سب کے مطالعہ کا خواہاں ہوں۔

آپ نے تحریر فرمایا ہے : ''اگر آپ کو میرا یہ اِستدلال قبول ہے تو دُوسرا مقدمہ شروع کروں گا''

☆ نہیں۔ بلکہ آپ لکھتے رہیں تاکہ مکمل دلیلیں سامنے آسکیں۔

اَب زائد معروضات میں یہ دو باتیں لکھ رہا ہوں یہ باتیں گرامی نامہ لکھتے ہی محسوس ہوئیں توجہ دلانی مقصود ہے، جواب وغیرہ نہیں۔

(١) سفیان بن عیینہ اگرچہ وطنًا کوفی ہیں مگر مکہ مکرمہ میں زندگی گزاری ہے محدثِ حرم رہے ہیں وہیں اُنہوں نے اپنی کتاب تصنیف فرمائی ہے [١] وہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما نے اُن سے پڑھا ہے یہ تفصیل

[١] سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَۃَ بْنِ اَبِیْ عِمْرَانَ مَیْمُوْنِ الْھلَالِی اَبُوْ مُحَمَّدِ الْکُوْفِیْ سَکَنَ مَکَّۃَ وَقِیْلَ اِنَّ اَبَاہُ عُیَیْنَۃَ ھُوَ الْمَکِّیُّ اَبَا عِمْرَانَ.مَاتَ سَنَۃَ ثَمَانٍ وَّتِسْعِیْنَ وَمِائَۃٍ قَالَ ابْنُ مَھْدِیْ کَانَ اَعْلَمُ النَّاسِ بِحَدِیْثِ اَھْلِ الْحِجَازِ وَکَانَ انْتِقَالُہٗ مِنَ الْکُوْفَۃِ اِلٰی مَکَّۃَ سَنَۃَ ثَلَاثٍ وَّسِتِّیْنَ فَاسْتَمَرَّ بِھَا اِلٰی اَنْ مَّاتَ. تھذیب التھذیب . اُنظر المحدث الفاصل ص ٢٢٤ و ص ٦١٢

کتب رجال میں موجود ہے گزشتہ خط میں اِسی طرف اِشارہ کرنا مقصود تھا۔

(۲) جناب نے (۸) تحریر فرمایا ہے :

''ابو معاویہ ۲ کے سواء اَعمش سے روایت اَسود کا پورے ذخیرۂ حدیث میں کوئی راوی نہیں''

یہ بات بھی دُرست نہیں ہے اگرچہ آج کل لوگ اِس اندازِ تحریر پر فریفتہ ہیں اور ایسے ہی دعووں کا نام ''تحقیق'' اور دعوے کرنے والے کو ''محقق'' کہتے ہیں چاہے ایسا دعوی بے اَصل ہی ہو لیکن یہ طرز خلافِ تقوی ہے۔

میں اور آپ اسلاف کرام کے نام لیوا ہیں تو وہی طرز اختیار فرمائیں جو اُن کا تھا جبکہ حالات یہ ہیں کہ پورا ذخیرۂ حدیث نہ میرے پاس ہے نہ آپ کے پاس ہے بلکہ ذخیرۂ حدیث کا عُشر بھی نہ ہوگا۔ یہ سطور صرف توجہ دِلانے کے لیے ہیں تا کہ جناب اور عمیق مطالعہ فرمائیں۔ جواب طلب نہیں۔ آپ اپنی گفتگو بغیر مجھ سے استفسار کیے جاری رکھیں تاوقتیکہ آپ کی دلائل مکمل ہوں۔

والسلام

حامد میاں غفرلہٗ

۱۵رفروری ۱۹۸۱ء

(جاری ہے)

---

۲ اُنظر المعارف لابن قُتَیبَۃ ص ۱۳۴

حضرت اِبراہیم رضی اللہ عنہ

ابن

سید البشر سرورِ کونین ﷺ

﴿ حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہری ؒ ﴾

✡ ✡ ✡

اِس پر سب محدثین اور مؤرخین متفق ہیں کہ سیّدِ عالم ﷺ نے گیارہ نکاح کیے جن میں سب سے پہلی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ اُن کے علاوہ اور کسی بیوی سے آپ ﷺ کی اولاد نہیں ہوئی، اُنہی کے بطن سے آپ ﷺ کے صاحبزادے اور صاحبزادیاں تولّد ہوئیں اور اِن کے علاوہ آپ ﷺ کی باندی ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے ایک صاحبزادے تولّد ہوئے جن کا اسم گرامی ابراہیمؓ تھا۔ اِس پر بھی سب کا اِتفاق ہے کہ سیّدِ عالم ﷺ کے صاحبزادوں میں سے کوئی بھی سنِ بلوغ کو نہیں پہنچا۔ سب نے بچپن ہی میں وفات پائی۔ البتہ آپ ﷺ کی صاحبزادیاں بڑی ہوئیں اور اُن کی شادیاں بھی ہوئیں اور سب نے اِسلام قبول کیا اور مدینہ منورہ کو ہجرت کی۔ ''الاستیعاب'' میں لکھا ہے کہ :

وَاَجْمَعُوْ اَنَّھَا وَلَدَتْ لَہٗ اَرْبَعَ بَنَاتٍ کُلُّھُنَّ اَدْرَکْنَ الْاِسْلَامَ وَھَاجَرْنَ وَھُنَّ زَیْنَبُ وَفَاطِمَۃُ وَرُقَیَّۃُ وَاُمُّ کُلْثُوْمٍ .

اِس پر متفق ہیں کہ حضرت خدیجہؓ کے بطن سے آنحضرت ﷺ کی چار صاحبزادیاں تولّد ہوئیں سب نے اِسلام کا زمانہ پایا اور اِسلام قبول کیا اور ہجرت کی۔ اُن کے اسماء گرامی یہ ہیں: حضرت زینب، حضرت فاطمہ، حضرت رُقیہ اور حضرت اُم کلثوم (رضی اللہ عنھن)

اِس میں سیرت نگاروں کا بہت اختلاف ہے کہ سیّدِ عالم ﷺ کے صاحبزادے کتنے تھے؟ اور اِختلاف کی وجہ یہ ہے کہ اُن سب نے بچپن ہی میں وفات پائی اور اُس وقت عرب میں تاریخ کا خاص اہتمام نہ تھا اور اُس وقت صحابہؓ جیسے جاں نثار بھی کثیر تعداد میں موجود تھے جن کے ذریعے اُس وقت کی پوری تاریخ محفوظ

ہوجاتی۔ قتادہؒ کا قول ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے آنحضرت ﷺ کے دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ ایک صاحبزادے کا نام قاسم تھا جو پاؤں چلنے لگے تھے اُنہی کے نام پر آنحضرت ﷺ کی کنیت ''ابوالقاسم'' مشہور ہوئی۔

دُوسرے صاحبزادے کا نام ''عبداللہ'' تھا وہ بہت ہی چھٹپن میں وفات پاگئے۔ سیر و سوانح کے بڑے عالم زُبیرؒ بن بکّار کا قول ہے کہ سیّدِ عالم ﷺ کی اَولاد کی تعداد اور ترتیب یوں ہے: پہلے حضرت قاسم پیدا ہوئے وہ آپ ﷺ کی اولاد میں سب سے بڑے تھے۔ اُن کے بعد حضرت زینب اور اُن کے بعد حضرت عبداللہ کی ولادت ہوئی اِن ہی کا لقب طیب اور طاہر مشہور ہوا۔ ان کی پیدائش نبوت کے بعد ہوئی تھی ان کے بعد حضرت اُمِ کلثوم اور اُن کے بعد حضرت فاطمہ اور اُن کے بعد حضرت رُقیہ کی وِلادت ہوئی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ پھر مکہ ہی میں دونوں صاحبزادوں کی وفات ہوگئی، پہلے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کی اور اُن کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی۔ (الاستیعاب)

اِن دونوں بزرگوں کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے صرف دو صاحبزادے (حضرت قاسم اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے تولد ہوئے۔ اِن کے علاوہ تیسرے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں آپ کی باندی حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے۔ اِس حساب سے آنحضرت ﷺ کے تین صاحبزادے ہوئے اور یہی اکثر علماء کی تحقیق ہے۔ بعض علماء نے طیب اور طاہر علیحدہ دو لڑکوں کے نام بتائے ہیں۔ اُن کا کہنا یہ ہے کہ حضرت عبداللہ کے یہ دونوں لقب نہ تھے بلکہ یہ دو صاحبزادے اِن کے علاوہ تھے اِس طرح آنحضرت ﷺ کے پانچ صاحبزادے ہوجاتے ہیں اور بعض علماء کا یہ قول بھی ہے کہ طیب اور طاہر دونوں ایک ہی صاحبزادے کے نام تھے اور حضرت عبداللہ اِن کے علاوہ تھے اِس حساب سے آنحضرت ﷺ کے چار صاحبزادے ہوتے ہیں اور بعض علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے سات صاحبزادے تھے: (1) حضرت قاسم (2) حضرت عبداللہ (3) حضرت طیب (4) حضرت مطیب (5) حضرت طاہر (6) حضرت مطہر (7) حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ لیکن اکثر علماء کی تحقیق یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے تین ہی صاحبزادے تھے۔

چونکہ آنحضرت ﷺ کے تمام صاحبزادے بچپن ہی میں وفات پاگئے اُن کے حالات منقول نہیں

ہیں البتہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے کچھ حالات کتبِ احادیث و سِیر میں ملتے ہیں اور جن کا معلوم ہونا مسلمانوں کے لیے باعثِ نصیحت و ہدایت ہوگا۔

سید عالم ﷺ کے ایک صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ یہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے تھے جو آنحضرت ﷺ کی باندی تھیں، ۶ھ میں جب سیدِ عالم ﷺ نے ملکوں اور علاقوں کے حکمرانوں کو اِسلام کی دعوت کے خطوط لکھے تو اِسی سلسلہ میں ایک خط مقوقس کو بھی لکھا یہ عیسائی مذہب رکھتا تھا اور مصر اور اسکندریہ کا بادشاہ تھا۔ آنحضرت ﷺ کے والا نامے کی عبارت یہ ہے :

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مِنْ مُّحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اِلَى الْمَقُوْقَسِ عَظِيْمِ الْقِبْطِ سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى اَمَّابَعْدُ فَاِنِّيْ اَدْعُوْكَ بِدِعَايَةِ الْاِسْلَامِ اَسْلِمْ تَسْلَمْ يُؤْتِكَ اللّٰهُ اَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ فَاِنْ تَوَلَّيْتَ فَاِنَّ عَلَيْكَ اِثْمَ الْقِبْطِ يَااَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَنْ لَّانَعْبُدَ اِلَّااللّٰهَ وَلَانُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَايَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ .

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم

منجانب محمد بن عبداللہ ورسولہ بنام مقوقس جو قبطیوں کا سردار ہے سلام اُس پر جو ہدایت کو مان لے اِس کے بعد مدعا یہ ہے کہ میں تجھ کو اِسلام کی دعوت دیتا ہوں تو اِسلام قبول کرلے اِس کی وجہ سے تو سلامت رہے گا اور تجھے دوہرا اَجر اللہ تعالیٰ دیں گے اور اگر تو نے اِسلام سے منہ موڑا تو تجھ پر نہ صرف اپنے گناہ کا وبال ہوگا بلکہ تمام قبطی قوم کی گمراہی تیرے ہی سر پڑے گی (اِس کے بعد قرآن مجید کی ایک آیت لکھی جس کا ترجمہ یہ ہے) : اے اہلِ کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مسلّم ہونے میں برابر ہے یہ کہ بجز اللہ تعالیٰ کے ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور خدا کو چھوڑ کر ہم میں سے کوئی کسی کو رب قرار نہ دے۔ پھر اگر وہ لوگ اعراض

کریں تو تم کہہ دو کہ تم ہمارے اِس اقرار کے گواہ رہو کہ ہم تو ماننے والے ہیں۔

اِس والا نامہ کو لے کر حضرت حاطب بن بلتعہ ؓ تاجدارِ دو عالم ﷺ کے قاصد بن کر روانہ ہوئے اور مقوقس کو اسکندریہ پہنچ کر وہ والا نامہ دے دیا۔ مقوقس نے حضرت حاطب ؓ کا بہت اعزاز و اِکرام کیا اور والا نامہ کھول کر پڑھا اور پڑھنے کے بعد حضرت حاطب ؓ سے مخاطب ہو کر کہا کہ اگر وہ نبی ہیں تو کیوں میرے حق میں بددُعا نہیں کر دی جس کے اَثر سے مجھ پر غلبہ پا لیتے ؟ حضرت حاطب ؓ نے اِلزامی جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ تم (حضرت عیسیٰ کو تو مانتے ہی ہو) بتاؤ اُنہوں نے اپنے مخالفین کے لیے بددُعا کر کے کیوں غلبہ نہ پالیا؟ مقوقس نے پھر دوبارہ یہی سوال کیا۔ اُنہوں نے پھر وہی جواب دیا جس کی وجہ سے مقوقس خاموش ہو گیا۔ اُس کی خاموشی سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے حضرت حاطب ؓ نے سلسلۂ تبلیغ جاری رکھا اور خود یوں گویا ہوئے :

اِنَّہٗ قَدْ کَانَ قَبْلَکَ رَجُلٌ یَزْعَمُ اَنَّہُ الرَّبُّ الْاَعْلٰی فَاَخَذَہُ اللّٰہُ نَکَالَ الْاٰخِرَۃِ وَالْاُوْلٰی فَانْتَقَمَ مِنْہُ فَاعْتَبِرْ بِغَیْرِکَ وَلَا یَعْتَبِرْ غَیْرُکَ بِکَ ۔

تجھ سے پہلے ایک شخص تھا (یعنی فرعون) جو اپنے آپ کو سب سے بڑا پروردگار کہتا تھا پس اللہ تعالیٰ نے اُس کو آخرت اور دُنیا کے عذاب میں پکڑا اور اُس سے انتقام لیا گیا لہٰذا تو دُوسروں سے عبرت حاصل کر ایسا نہ ہو کہ (خدا کی طرف سے تیری گرفت ہو) اور دُوسرے تجھ سے عبرت حاصل کریں۔

یہ سن کر مقوقس نے کہا کہ ہم ایک دین پر قائم ہیں۔ اِس کو ایسے ہی دین کے لیے چھوڑ سکتے ہیں جو ہمارے موجودہ دین سے بہتر ہو۔ اِس کے جواب میں حضرت حاطب ؓ نے اَور زیادہ جم کر اِسلام کی دعوت دی اور فرمایا کہ ہم تجھ کو تیرے دین سے بہتر دین کی دعوت دیتے ہیں۔ ہماری دعوت اللہ کے دین کی طرف ہے جس کے سامنے دُوسرے دین کی ضرورت نہیں ہے۔ بلاشبہ یہ نبی ﷺ (جن کا قاصد بن کر میں آیا ہوں) اُنہوں نے لوگوں کو اِسلام کی دعوت دی تو سب سے زیادہ تکلیف پہنچانے پر قریش مکہ تُل گئے اور یہود نے سب سے زیادہ دشمنی پر کمر باندھی اور نصاریٰ سب سے زیادہ اُنس و محبت سے پیش آنے والے ثابت ہوئے (جو جلد مسلمان ہو گئے) سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے حضرت حاطب ؓ نے فرمایا کہ جیسے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عیسیٰ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کی بشارت دی ایسی ہی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام

نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی آمد کی دی تھی، ہم تجھ کو دعوت اِس طرح دیتے ہیں جیسے تو اہلِ توریت کو انجیل کی دعوت دیتا ہے۔ پس جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اُن کی لائی ہوئی توریت شریف کو حق مانتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کی لائی ہوئی انجیل کی دعوت دیتے ہو اِسی طرح ہم بھی تم کو یہی دعوت دیتے ہیں کہ سابقہ نبیوں اور اللہ کی کتابوں کو حق مانتے ہوئے اَب اِس موجودہ پیغمبر ﷺ اور اُس کی لائی ہوئی کتاب کا اِتباع کرو۔ یہ قاعدہ رہا ہے کہ جو نبی کسی قوم میں آیا وہ قوم اُس کی اُمتِ دعوت ہوگئی اور اُن کے ذمہ اُس نبی کا ماننا اور اِتباع کرنا ضروری ہوگیا۔

لٰہذا اَب جبکہ تو نے اِس آخری پیغمبر (ﷺ) کا زمانہ پالیا تو اِن کا اتباع کرو۔ اور یہ بات بھی صاف کردینا ضروری ہے کہ ہم تجھ کو عیسائی مذہب کے خلاف دُوسرے دین پر آمادہ نہیں کررہے ہیں بلکہ عیسائی مذہب کی ایک بات پر عمل کرنے کو کہہ رہے ہیں (اور وہ بات یہ ہے کہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے بعد پیغمبر آخرالزمان کے آنے کی خبر دی تھی اور اُن کا نام ''احمد'' بتایا تھا چنانچہ وہ تشریف لے آئے اَب حسبِ فرمان حضرت عیسیٰ اُن کا اتباع کرو۔

یہ باتیں سن کر مقوقس نے کہا کہ میں نے اِس پیغمبر (آخرالزمان ﷺ) کے بارے میں غور کیا تو میں اِس نتیجہ پر پہنچا کہ وہ جس چیز کے کرنے کا حکم فرماتے ہیں وہ عقل اور طبعیت کے خلاف نہیں ہے اور جس چیز سے منع فرماتے ہیں وہ عقل و دانش کے اعتبار سے کرنے کی نہیں ہے۔ میں نے جہاں تک غور کیا اِس سے یہ سمجھا وہ نہ جادوگر ہیں نہ گم گردہ راہ ہیں، نہ کاہن ہیں نہ کاذب ہیں۔

اُن کے متعلق جو معلومات حاصل ہوئیں اُن سے یہ پتہ چلا کہ وہ غیب کی باتوں کی خبر دیتے ہیں۔ یہ اُن کے نبی ہونے کی نشانی ہے اور اُن کا اتباع کرنے کے سلسلے میں غور کروں گا۔ اِس کے بعد سید عالم ﷺ کے والا نامہ کو حفاظت سے رکھنے کے لیے خادم کو دے دیا۔ کاتب کو بلایا جو عربی جانتا تھا اور آنحضرت ﷺ کی خدمتِ اقدس میں عبارتِ ذیل بھیجنے کے لیے لکھوائی :

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لِمُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ مِنَ الْمَقُوْقَسِ عَظِیْمِ الْقِبْطِ سَلَامٌ عَلَیْکَ اَمَّابَعْدُ

فَقَدْ قَرَأْتُ کِتَابَکَ وَفَھِمْتُ مَاذَکَرْتَ فِیْہِ وَمَاتَدْعُوْا اِلَیْہِ وَقَدْ عَلِمْتُ اَنَّ

نَبِیًّا قَدْ بَقِیَ وَكُنْتُ اَظُنُّ اَنْ یَّخْرُجَ مِنَ الشَّامِ وَقَدْ اَكْرَمْتُ رَسُوْلَكَ وَبَعَثْتُهٗ اِلَیْكَ بِجَارِیَتَیْنِ لَهُمَا مَكَانٌ مِّنَ الْقِبْطِ عَظِیْمٌ وَكِسْوَةٍ وَاَهْدَیْتُ اِلَیْكَ بَغْلَةً لِتَرْكَبَهَا وَالسَّلَامُ .

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ یہ خط ہے محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام، مقوقس کی جانب سے جو قبطیوں کا سردار ہے۔ تم پر سلام ہو، سلام کے بعد عرض ہے کہ میں نے آپ کا والا نامہ پڑھا اور جو کچھ آپ نے ذکر فرمایا ہے اور جس چیز کی آپ نے دعوت دی اُس کو سمجھا۔ مجھے پہلے سے معلوم تھا کہ ایک نبی کی آمد باقی ہے لیکن میرا خیال تھا کہ وہ ملکِ شام میں تشریف لائیں گے (حجاز میں تشریف لانے کا گمان نہ تھا) میں نے آپ کے قاصد کا اعزاز واکرام کیا اور اُس کے ساتھ آپ کی خدمت میں دو باندیاں ہدیۃً (ماریہ اور سیرین) بھیج رہا ہوں جو قومِ قبط میں اپنا ایک مقام رکھتی ہیں نیز کپڑے بھی بھیج رہا ہوں اور ایک خچر بھی آپ کی سواری کے لیے اِرسالِ خدمت ہے۔

والسلام

یہ تمام تفصیل مواہب لدنیہ میں لکھی ہے اور اس کے بعد یہ بھی لکھا ہے کہ مقوقس نے سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا والا نامہ پہنچنے پر بس یہی کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی اور اپنے ایک مکتوب کے ساتھ مندرجہ بالا چیزیں ہدیۃً بھیج دیں البتہ اِسلام قبول نہیں کیا۔

حافظ ابن حجرؒ نے الاصابہ میں حضرت ماریہؓ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ مقوقس نے ۷ھ میں ماریہ اور اُن کی بہن سیرین اور ہزار مثقال سونا اور بیس تھان کپڑا اور ایک خچر (جسے دُلدُل کہتے تھے) اور ایک گدھا (جسے عفیر یا یعفور کہا جاتا تھا) اور ایک مرد بوڑھا جو خصّی تھا اور ماریہ کا بھائی تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت خاطبؓ کے ساتھ ہدیۃً بھیجا۔ (راستہ میں) حضرت حاطبؓ نے حضرت ماریہ اور اُن کی بہن سیرین رضی اللہ عنہما کو اِسلام کی ترغیب دی چنانچہ وہ مسلمان ہوگئیں لیکن وہ بوڑھے میاں مسلمان نہ ہوئے بلکہ بعد میں اُنہوں نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں مدینہ منورہ میں اِسلام قبول کیا۔ (الاصابہ)

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ چیزیں پہنچ گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماریہؓ کو اپنے پاس رکھ

لیا اور اُن کی بہن سیرینؓ ہدیۃً حضرت حسان ؓ کو دے دی۔ حضرت ابراہیمؓ جو حضور اقدس ﷺ کے صاحبزادے تھے حضرت ماریہؓ سے پیدا ہوئے۔ اِن کی ولادت ماہِ ذی الحجہ ۸ ھ میں مدینہ منورہ سے کچھ دُور ایک بستی میں ہوئی (جسے عالیہ کہتے تھے) حضور اقدس ﷺ اِن کی ولادت سے بہت مسرور ہوئے اور ساتویں روز عقیقہ فرمایا اور اُن کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کی اور دُودھ پلانے کے لیے حضرت اُم سیفؓ کے سپرد کیا۔ اِن کے شوہر اَنصاری تھے جو لوہار کا کام کرتے تھے۔ (اُسد الغابہ و الاصابہ)

حضرت اَنسؓ فرماتے تھے کہ میں نے کسی کو اہل و عیال کے ساتھ رحمت و شفقت کا برتاؤ کرنے میں آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ کا صاحبزادہ شیرخوار ابراہیمؓ مدینہ منورہ سے دُور ایک بستی میں دُودھ پیتا تھا۔ آپ ﷺ وہاں تشریف لے جایا کرتے تھے اور ہم آپ ﷺ کے ساتھ ہوتے تھے۔ جن صاحب کی بیوی دُودھ پلاتی تھی وہ لوہار کا کام کرتے تھے بھٹی گرم ہونے کی وجہ سے گھر دھوئیں سے بھر جاتا تھا اور آپ ﷺ اُسی دھوئیں میں جا کر بیٹھ جاتے تھے اور بچہ کو لے کر چومتے تھے۔

حضرت اَنسؓ اِسی سلسلہ کا ایک واقعہ یہ بھی بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ اپنے بچہ ابراہیم ؓ کو دیکھنے کے لیے تشریف لے چلے، میں بھی ساتھ ہو لیا۔ جب اُن صاحب کے قریب پہنچے جن کی بیوی صاحبزادہ کو دُودھ پلاتی تھی تو (میں نے دیکھا) وہ بھٹی گرم کر رہے ہیں اور سارا گھر دھوئیں سے بھرا ہوا ہے۔ میں جلدی سے رسول اللہ ﷺ سے آگے بڑھا اور اُن صاحب سے کہا کہ اے ابوسیف! ذرا ٹھہرو، رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ہیں۔ میری توجہ دلانے سے اُنہوں نے بھٹی دھونکنا چھوڑ دیا۔

وہاں پہنچ کر آنحضرت ﷺ نے بچہ کو منگا کر چمٹا لیا اور (اُس وقت کے مناسب پیار و محبت میں) مشیتِ خداوندی کے موافق (بہت کچھ) فرمایا (مسلم شریف) حضرت ابراہیمؓ نے ۱۶ یا ۱۷ ماہ کی عمر پا کر وفات پائی (شرح مسلم للنووی) واقدی نے اُن کی عمر ۱۸ ماہ اور بعض علماء نے ۱۶ ماہ اور ۲۸ روز بتائی ہے۔ (اُسد الغابہ)

حضرت ابراہیمؓ کی وفات کے وقت سیدِ عالم ﷺ وہیں موجود تھے۔ اُن کے آخری سانس جاری تھے کہ سید عالم ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ اُس وقت حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بھی حاضر تھے۔ اُنہوں نے آنحضرت ﷺ کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہونے کو تعجب سے دیکھا اور اُن کے دل میں خیال آیا کہ اوّل تو آپ رونے سے منع فرماتے ہیں اور یوں بھی آپ مقرب الٰہی ہیں۔ آپ کو دُنیا کی نعمت

چلے جانے پر رونا کیوں آیا (یہ سوچ کر) سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ بھی روتے ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے عوف کے بیٹے! یہ آنکھوں سے آنسو آجانا نہ بے صبری ہے نہ منع ہے نہ تعجب کرنے کی چیز ہے بلکہ فطری طور پر جو اِنسان کے دل میں رحمت اور شفقت اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے یہ (اُس) رحمت کا (اَثر) ہے۔ اِس کے بعد پھر اَندر سے آپ ﷺ کا دِل بھر آیا اور دوبارہ رونے لگے اور یوں فرمایا :

اِنَّ الْعَیْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ یَحْزَنُ وَلَانَقُوْلُ اِلَّامَایَرْضٰی رَبُّنَا وَاِنَّا بِفِرَاقِکَ یَااِبْرَاھِیْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ .

بیشک آنکھوں میں آنسو ہیں اور دِل میں رنج ہے اور زبان سے ہم کوئی ایسی بات نہیں کہتے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف ہو۔ ہم وہی کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہو اور تیری جدائی سے اے ابراہیم ہم کو رنج ہے۔

پھر اُسی وقت حضرت ابراہیمؑ کی وفات ہوگئی۔ اُن کی وفات پر سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ میرا بچہ دُودھ پینے کے زمانہ میں دُنیا سے رخصت ہوگیا ہے اور یقین جانو اِس کے لیے اللہ کی طرف سے دُودھ پلانی والیاں مقرر کی گئیں جو جنت میں دُودھ پلا کر اُس مدت کو پورا کریں گی جو دُودھ پلانے کی ہوتی ہے۔ (مسلم)

مدتِ رضاعت کی تکمیل کرانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِس بچہ اور اِس کے والدِ مکرم ﷺ کی عزت افزائی کے لیے خصوصی طور پر دُودھ پلانے والیاں مقرر کی گئیں اور اِس بچہ کو دُنیا سے رخصت ہوتے ہی جنت میں بھیج دیا گیا۔ (شرح نووی علی المسلم) قَالَ فِیْ شَرْحِ الْمَوَاھِبِ وَقَدَّمَ الْخَبَرَ (فِیْ قَوْلِہٖ اِنَّ لَہٗ ظِئْرَیْنِ) اِشَارَۃً اِلَی اخْتِصَاصِ ھٰذَا الْحُکْمِ . الخ

وفات کے بعد سیّد عالم ﷺ نے اپنے بچہ کی نمازِ جنازہ خود پڑھائی اور جنت البقیع میں حضرت عثمانؓ بن مظعونؓ کی قبر کے پاس دفن فرمایا۔ حضرت فضل بن عباسؓ نے اُن کو غسل دیا تھا اور قبر میں رکھنے کے لیے حضرت فضل اور اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہم اُترے۔ سیّد عالم ﷺ قبر کے کنارے تشریف فرما رہے۔ دفن کے بعد قبر پر پانی چھڑک دیا گیا اور پہچان کے لیے چند سنگریزے قبر پر رکھ دیے گئے سب سے پہلے اِن ہی کی قبر پر پانی چھڑکا گیا۔ (مشکوۃ شریف۔ اُسد الغابہ)

جاہلیت کے زمانہ میں لوگوں کا خیال تھا کہ کسی بڑے آدمی کے پیدا ہونے یا وفات پانے کی وجہ سے

چاند سورج گرہن ہوتے ہیں۔ جس دن حضرت ابراہیمؓ کی وفات ہوئی تو سورج گرہن ہوگیا آنحضرت ﷺ نے صحابۂ کرامؓ کو دو رَکعت نماز بڑی لمبی پڑھائی پھر جب گرہن ختم ہوگیا تو حاضرین سے فرمایا کہ چاند سورج اللہ کی نشانیوں میں سے دَو نشانیاں ہیں۔ اِن کے (گرہن کے) ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتے ہیں اور یقین جانو کہ اِن کا گرہن کسی کے مرنے اور پیدا ہونے سے نہیں ہوتا، جب ایسا موقع آئے تو نماز میں مشغول ہو جاؤ اور اِس حالت کے دُور ہونے تک نماز میں مشغول رہو۔ (نسائی شریف۔ اُسد الغابہ)

حضرت ماریہؓ اپنے بچہ کی وفات کے بعد برسوں زندہ رہیں۔ حضورِ اقدس ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ (بیت المال سے) اُن کا خرچ اُٹھاتے تھے۔ اِن کے بعد حضرت عمرؓ نے بھی اپنے زمانۂ خلافت میں یہ سلسلہ جاری رکھا حتی کہ محرم ۱۶ھ میں حضرت ماریہؓ نے وفات پائی، حضرت عمرؓ نے اُن کے جنازے کی شرکت کا اِتنا اہتمام کیا کہ لوگوں کو باقاعدہ خود اکٹھا کیا اور نمازِ جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں (الاصابہ) رضی اللّٰہ تعالٰی عنھا وعن ولدھا۔

فائدہ : حضورِ اقدس ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِس لیے بھیجے گئے کہ اُمت کو عمل سے اور قول سے ہر طرح کی تعلیم دیں چنانچہ آپ ﷺ کی زندگی میں ہر طرح کے حالات پیش آئے جو اُمت کے لیے نمونہ ہیں اور آنحضرت ﷺ کے حالات اور اِرشادات سے اُمت کو ہر شعبۂ زندگی میں عمل کرنے کے لیے سبق ملتا ہے۔ حضرت ابراہیمؓ کے واقعہ ہی کو لے لیجئے۔ اِس میں سے بہت سے احکام و آداب ملتے ہیں۔

(1) بچوں کو چومنا، چمٹانا، پیار کرنا دین داری کے خلاف نہیں ہے بلکہ سید عالم ﷺ کی سنت ہے۔ اپنی اَولاد کی خیر خبر اور دیکھ بھال کے لیے اُن کے پاس آنا جانا بھی عین دین داری ہے۔

(2) بچوں کو اُن کی ماں کے علاوہ غیر عورت سے دُودھ پلوانا دُرست ہے۔

(3) یہ بھی معلوم ہوا کہ اَکابر کے ساتھ خدام کا جانا بلکہ موقع کے مناسبت سے اُن سے آگے پہنچ کر اُن کے اُٹھنے بیٹھنے اور آرام کا اِنتظام کر دینا مستحب ہے۔

(4) اپنی آل اَولاد یا عزیز و اَقارب کی وفات پر دِل کا رنجیدہ ہونا اور آنسوؤں کا آجانا خلافِ شریعت نہیں ہے بلکہ آنحضرت ﷺ کی سنت ہے۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ حالت اہل کمال حضرات کے نزدیک اُن مشائخ کے حالات سے بہتر اور اکمل ہے جن کے حالات کے بارے میں منقول ہے کہ وہ اپنی

اولاد کی وفات پر ہنسے۔ البتہ یہ نادُرست اور خلافِ شریعت ہے کہ کسی کے وفات پانے پر زبان سے ایسے کلمات نکالے جو کفریہ کلمات ہوں اور جن سے اللہ تعالیٰ پر اعتراض ہوتا ہو۔ رنج اور تکلیف کے موقع پر بھی اِنسان اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے اور اُس وقت بھی اُس کو احکامِ شریعت پر عمل کرنا ضروری ہے۔ آج کل کے بہت سے مرد اور عورتیں مصیبت کے وقت اپنے آپ کو بے خود سمجھ کر کفریہ کلمات زبان سے نکالتے ہیں اور کپڑے پھاڑتے ہیں اور زور زور سے روتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا :

لَیْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُیُوْبَ وَدَعٰی بِدَعْوَی الْجَاھِلِیَّةِ رواه الشیخان وفی روایة لمسلم مرفوعًا اَنَا بَرِیْئٌ مِّمَّنْ حَلَقَ وَصَلَقَ وَخَرَقَ .

وہ ہم میں سے نہیں جو (رنج و غم کے موقع پر) منہ سے پیٹے اور گریبان پھاڑے اور جاہلیت کی دُہائی دے۔ دُوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا : میں اُس سے بری ہوں جو (رنج و غم میں) بال منڈائے یا چلا کر روئے اور کپڑے پھاڑے۔

الحمد للہ بناتِ طاہرات رضی اللہ عنہن بلکہ تمام اولادِ امجاد کے ضروری احوال مکمل ہوگئے۔ ناظرین سے درخواست ہے کہ فقیرِ حقیر کو اور اُس کے اَساتذہ اور والدین کو اپنی دُعاؤں میں ضرور یاد فرمائیں۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مُتَّبِعِیْنَ لِسُنَّةِ نَبِیِّنَا ﷺ وَمُھْتَدِیْنَ بِھَدْیِهٖ وَاجْعَلْنَا شٰکِرِیْنَ لِنِعْمَتِکَ مُثْنِیْنَ بِھَا قَابِلِیْھَا وَاَتِمَّھَا عَلَیْنَا وَاجْعَلْنَا مُفْلِحِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ سَیِّدِنَا وَسَنَدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ .

بوبکر و عمر ، عثمان و علی رضی اللہ عنہم

﴿ حضرت سیّد نفیس الحسینی شاہ صاحب ﴾

اصحابِ محمد ﷺ حق کے وَلی — بوبکرؓ و عمرؓ ، عثمانؓ و علیؓ
یارانِ نبی ﷺ میں سب سے جلی — بوبکرؓ و عمرؓ ، عثمانؓ و علیؓ
وہ شمعِ حرم کے پروانے — وہ ختمِ رُسُل کے دیوانے
بوبکرؓ و عمرؓ ، عثمانؓ و علیؓ — بوبکرؓ و عمرؓ ، عثمانؓ و علیؓ
اِسلام نے جن کو عزت دی — اِسلام کو قوت جن سے ملی
اِیماں کی روایت جن سے چلی — بوبکرؓ و عمرؓ ، عثمانؓ و علیؓ
ترتیبِ خلافت بھی ہے یہی — ترتیبِ فضیلت بھی ہے یہی
لگتی ہے یہی ترتیب بھلی — بوبکرؓ و عمرؓ ، عثمانؓ و علیؓ
اِس نظم کی خوشبو پھیلے گی — یہ خوشبو ہر سُو پھیلے گی
گونجے گا یہ نغمہ گلی گلی — بوبکرؓ و عمرؓ ، عثمانؓ و علیؓ
یہ کتبہ حرم کی زینت ہے — یہ لَوح و قلم کی زینت ہے
لکھ شاہ نفیسؔ اَب اِس کو جلی — بوبکرؓ و عمرؓ ، عثمانؓ و علیؓ

قسط : ۱

تربیتِ اَولاد

﴿ اَزافادات : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ ﴾

زیرِنظر رسالہ ''تربیتِ اولاد'' حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے افادات کا مرتب مجموعہ ہے جس میں عقل ونقل اور تجربہ کی روشنی میں اَولاد کے ہونے ، نہ ہونے ، ہوکر مرجانے اور حالتِ حمل اور پیدائش سے لے کر زمانۂ بلوغ تک رُوحانی وجسمانی تعلیم وتربیت کے اِسلامی طریقے اورشرعی احکام بتلائے گئے ہیں۔ پیدائش کے بعد پیش آنے والے معاملات ،عقیقہ، ختنہ وغیرہ اُمور تفصیل کے ساتھ ذکر کیے گئے ہیں، مرد عورت کے لیے ماں باپ بننے سے پہلے اور اُس کے بعد اِس کا مطالعہ اولاد کی صحیح رہنمائی کے لیے اِنشاء اللہ مفید ہوگا۔اس کے مطابق عمل کرنے سے اَولاد نہ صرف دُنیا میں آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگی بلکہ ذخیرۂ آخرت بھی ثابت ہوگی اِنشاءاللہ۔اللہ پاک زائد سے زائد مسلمانوں کو اِس سے استفادہ کی توفیق نصیب فرمائے۔

بچوں کی پرورش سے متعلق احادیثِ نبویہ

بچوں کی پرورش میں مصیبتیں جھیلنے اور دُودھ پلانے کی فضیلت :

☆ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا عورت اپنی حالتِ حمل سے لے کر بچہ جننے اور دُودھ چھڑانے تک فضیلت وثواب میں ایسی ہے جیسے اِسلام کی راہ میں سرحد کی نگہبانی کرنے والا (جس میں ہر وقت وہ مجاہدہ کے لیے تیار رہتا ہے) اور اگر (عورت) اِس درمیان میں مرجائے تو اُس کو شہید کے برابر ثواب ملتا ہے۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جب عورت بچہ کو دُودھ پلاتی ہے تو ہر گھونٹ کے پلانے پر اُس کو ایسا اَجر ملتا ہے جیسے کسی جاندار کو زندگی دے دی پھر وہ جب دُودھ چھڑاتی ہے تو فرشتہ اُس کے کندھے پر (شاباشی سے ہاتھ) مارتا ہے اور کہتا ہے کہ پچھلے گناہ سب معاف ہوگئے، اَب آگے جو گناہ کا کام ہوگا وہ آئندہ لکھا جائے گا'' اور اِس سے مراد گناہِ صغیرہ ہیں، مگر گناہِ صغیرہ کا معاف ہوجانا کیا تھوڑی بات ہے۔

لڑکیوں کی پرورش کرنے کی فضیلت :

☆ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا جس شخص کی تین لڑکیاں ہوں اور وہ اُن کو علم واَدب سکھلائے اور اُنکی پرورش کرے اور اُن پر مہربانی کرے، اُس کیلیے ضرور جنت واجب ہو جاتی ہے۔ (بخاری)

فائدہ : چونکہ اَولاد سے طبعی محبت ہوتی ہے اس لیے اِس حق کے بیان کرنے میں شریعت نے زیادہ اہتمام نہیں فرمایا اور لڑکیوں کو چونکہ حقیر سمجھتے تھے اِس لیے اُن کی تربیت کی فضیلت بیان فرمائی۔

حمل ساقط ہو جانے اور زچہ بچہ کے مر جانے کی فضیلت :

☆ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا جو عورت کنوارے پَنے کی حالت میں یا حمل میں بچہ جننے کے وقت یا چلّے کے دنوں میں مر جائے اُس کو شہادت کا درجہ ملتا ہے۔ (بہشتی زیور)

☆ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا جو حمل گر جائے وہ بھی اپنی ماں کو گھسیٹ کر جنت میں لے جائے گا جبکہ ثواب سمجھ کر صبر کرے۔ (بہشتی زیور)

☆ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا جس عورت کے تین بچے مر جائیں اور وہ ثواب سمجھ کر صبر کرے تو جنت میں داخل ہوگی۔ ایک عورت بولی یا رسول اللہ! جس کے دو ہی بچے مرے ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا دَو کا بھی یہی ثواب ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک صحابی نے ایک بچے کے مرنے کو پوچھا تو آپ ﷺ نے اِس میں بھی بڑا ثواب بتلایا۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں سے اِرشاد فرمایا کیا تم اِس بات پر راضی نہیں (یعنی راضی ہونا چاہیے) کہ جب تم میں کوئی اپنے شوہر سے حاملہ ہوتی ہے اور وہ شوہر اِس سے راضی ہو تو اُس کو ایسا ثواب ملتا ہے جیسا کہ اللہ کی راہ میں روزہ رکھنے والے اور شب بیداری کرنے والے کو ملتا ہے۔ اور جب اُس کو درد زِہ ہوتا ہے تو آسمان اور زمین کے رہنے والوں کو اِس کی آنکھوں کی ٹھنڈک یعنی راحت کا جو سامان مخفی رکھا گیا ہے اُس کی خبر نہیں۔ پھر جب وہ بچہ جنتی ہے تو اُس کے دُودھ کا ایک گھونٹ بھی نہیں نکلتا اور اُس کی پستان سے ایک دفعہ بھی بچہ نہیں چوستا جس میں اُس کو ہر گھونٹ اور ہر چوسنے پر ایک نیکی نہ ملتی ہو (یعنی ہر مرتبہ نیکی ملتی ہے) اور اگر بچہ کے سبب اُس کو رات کو جاگنا پڑے تو اُس کو راہِ خدا میں ستر غلاموں کے آزاد کرنے کا اَجر ملتا ہے۔ (کنز العمال)

☆ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی، اُس کے ساتھ دو بچے تھے۔ ایک کو گود میں لے رکھا تھا دُوسرے کو اُنگلی سے پکڑے ہوئے تھی۔ آپ ﷺ نے دیکھ کر اِرشاد فرمایا کہ یہ عورتیں پہلے پیٹ میں بچے کو رکھتی ہیں پھر جنتی ہیں پھر اِن کے ساتھ کس طرح محبت اور مہربانی کرتی ہیں۔ اگر ان کا برتاؤ شوہروں سے برا نہ ہوتا تو اِن میں جو نماز کی پابند ہوتی ہیں سیدھی جنت میں چلی جایا کرتیں۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا جو عورت بیوہ ہو جائے اور خاندانی بھی ہو، مالدار بھی ہو لیکن اُس نے اپنے بچوں کی خدمت اور پرورش میں لگ کر اپنا رنگ میلا کر دیا یہاں تک کہ وہ بچے یا تو بڑے ہو کر الگ رہنے لگے یا مر مرا گئے تو ایسی عورت جنت میں مجھ سے ایسی نزدیک ہوگی جیسے کلمہ والی اُنگلی اور بیچ کی اُنگلی۔

فائدہ : اِس سے مراد وہ عورت ہے جس کو نکاح کی خواہش قطعاً نہ ہو ورنہ بیوہ کو بھی نکاح کرنا ضروری ہے۔ (جاری ہے)

✡ ✡ ✡

دفن کے بعد اَذان کہنے کا مسئلہ

﴿ حضرت مولانا سید فردوس علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ﴾

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم اما بعد !

دینِ اسلام کو قابلِ اصلاح و ترمیم سمجھنے والوں کی ایک نئی ایجاد یہ بھی ہے کہ قبر پر دفن سے فارغ ہو کر اَذان پڑھتے ہیں پھر اِس بناوٹی عقیدہ کی بناء پر کہ آنحضرت ﷺ ہر شخص کی قبر میں تشریف لاتے ہیں مروّجہ سلام کا رواج بھی ہو رہا ہے اِس لیے مناسب معلوم ہوا کہ پہلے اِس مسئلہ کا مثبت پہلو واضح کیا جائے کیونکہ اللہ کے دین میں ہر وقت اَور ہر حالت کے لیے ہدایات موجود ہیں۔

دفن کے بعد شرعی طور پر کیا کرنا چاہیے ؟ :

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے سُنا جب کوئی مسلمان مرجائے تو اُسے گھر میں بند نہ رکھو اَور جلدی سے قبر کی طرف لے چلو اَور (دفن کے بعد) اُس کے سر کی طرف الٓمّ سے مُفْلِحُوْنَ تک سورۃ بقرہ کا اِبتدائی حصہ پڑھو اَور پاؤں کی طرف سورۃ بقرہ کا آخری حصہ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ آخر تک پڑھو۔'' وَالصَّحِیْحُ اَنَّہٗ مَوْقُوْفٌ، مشکوۃ شریف باب دفن المیت ص ۱۴۹

نیز حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے نزع کے وقت اپنے بیٹے کو وصیت میں فرمایا :

''میری قبر پر مٹی ڈالنے کے بعد اِتنی دیر ٹھہرنا جتنی دیر میں اُونٹ کو ذبح کر کے اُس کا گوشت تقسیم ہو سکتا ہے تاکہ (تمہاری دُعاء سے مجھے) ثابت قدمی نصیب ہو اَور میں اللہ کے فرشتوں کا جواب سمجھ سکوں۔'' (مشکوۃ شریف ص ۱۴۹)

حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ دفن سے فارغ ہو کر کھڑے ہو جاتے تھے پس فرماتے تھے اپنے بھائی کے لیے اِستغفار کرو اَور خداوندِ تعالیٰ سے دُعاء مانگو کہ اِسے نکیرین کے جواب میں ثابت قدمی عطا

فرما دیں کیونکہ اَب اِس سے پوچھا جا رہا ہے۔(مشکوٰۃ شریف باب عذاب القبر)

نیز آنحضرت ﷺ نے سعدؓ صاحبزادہ حضرت ابراہیم اَور عثمان بن مظعونؓ کی قبر پر پانی چھڑکنے کا حکم دیا ہے۔(ابن ماجہ، ابوداؤد، بزار وغیرہ بحوالہ شامی ج ۱ ص ۸۳۸)

اِن روایات سے معلوم ہوا کہ قبر پر پانی چھڑکنے کے بعد سب لوگ کچھ دیر بیٹھ کر میت کے لیے گناہوں کی بخشش اَور منکر نکیر کے جوابات پر ثابت قدمی کی دُعا مانگیں اور یہ بیٹھنا اِتنی دیر تک ہو کہ جتنی دیر اُونٹ ذبح کرنے، اُس کی کھال اُتارنے گوشت بنانے اَور بانٹنے پر لگتی ہے کیونکہ اُونٹ کی جان بھی دیر سے نکلتی ہے، چمڑا اُتارنے پر بھی بہت وقت خرچ ہوتا ہے، گوشت کاٹنا اَور تقسیم کرنا بھی بڑا کام ہے۔ درحقیقت مسلمان بھائی پر یہ بہت بڑا احسان ہے۔ ایک مسافر آج ہی نئی منزل اَور نئی دُنیا میں آیا ہے شام کا وقت ہے۔ دینِ اسلام کے بنیادی اُصولوں پر ایمان کی پڑتال اَور تحقیقات درپیش ہے۔ مسلمان بھائیوں کا آخری احسان اُس پر یہ ہے کہ نہایت خاموشی توجہ اَور زاری سے اُس کے واسطے دُعا و اِلتجا کریں، کیونکہ میت پر نہایت خطرناک وقت ہے، کئی من مٹی کے نیچے پڑا ہے۔ ہماری آواز کسی مادی اَور طبعی ذریعہ سے اُسے ہرگز نہیں پہنچ سکتی بلکہ خداوندِ تعالیٰ کے پہنچانے سے ہی پہنچ سکتی ہے اَور خداوندِ تعالیٰ کی رحمت کو فقط سنت طریقوں سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ یہاں بدعات کو تراشنے اور ایجاد کرنے کی بجائے سنت کی پناہ لینی چاہیے۔ اگر اپنے قیاس سے اپنی عقل کی ایجاد سے، اَذان یا کوئی اَور بناوٹی کام کیا تو میت کی حق تلفی بھی ہوئی اَور سُنّت سے محرومی بھی ہوئی،

اِستغفار اَور دُعاء کے ساتھ میت کے سر اور پاؤں کی طرف سورہ بقرہ کا اَوّل آخر پڑھنا بھی حدیث سے ثابت ہے۔ اَحناف وشوافع اِس کے قائل ہیں۔ ملاحظہ ہو شامی ج ۱ ص ۸۳۸ کتاب الاذکار از امام نووی ص ۴۷، اَشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ج ۱ ص ۱۳۰)

جو لوگ قبر پر اَذان کہنے کے لیے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اَذان کے اَلفاظ سے میت کو جوابات کی تعلیم اَور تلقین ہوتی ہے وہ اَذان کے الفاظ کا سورہ بقرہ کے اوّل آخر سے مقابلہ کر کے دیکھیں۔

۱۔ اذان کے الفاظ قرآنی الفاظ نہیں ہیں اَور سورۃ بقرہ کے اوّل و آخر قرآن کریم کی ایسی آیات ہیں جن کے فضائل بے شمار ہیں۔

۲۔ سورہ بقرہ کا اوّل آخر حدیث سے ثابت ہے۔ اِس پر بزرگانِ دین کا عمل بھی ثابت ہے لیکن

اَذان کہنا نہ حدیث میں ہے نہ فقہ میں نہ بزرگانِ دین کے عمل میں ۔ ہاں بدعت سے ضرور ثابت ہے۔

۳۔ اَذان کے الفاظ میں توحید و رسالت کا نہایت سادہ تصور ہے لیکن سورہ بقرہ کے اوّل و آخر میں ہمارا دعویٰ ہے کہ اِسلام کے تمام بنیادی اُصول، اَرکان، اعمال، افعال کا پورا پورا تصور موجود ہے۔ اگر کسی صاحب کو اِس میں شک ہو تو اِس دعویٰ کو چیلنج کر کے دیکھیں پھر اگر میت کو تلقین اور تعلیم ہی مقصود ہے تو ایسی جامع شافی کافی مبارک تعلیم سے کیوں محروم کیا جاتا ہے؟

۴۔ سُنّت کی روشن مثال کے مقابلہ میں بدعت کو سوچنا ہی کتنی جرأت ہے؟

میت کو جوابات کی تلقین کا ایک طریقہ اَور بھی ہے جو کتاب الاذکار ص ۴۷، شامی ج ا ص ۷۹۷، اَشعۃ اللمعات ج ا ص ۱۳۰ پر درج ہے۔ شافعی مذہب میں اِس کا زیادہ رواج ہے حنفیوں میں بہت تھوڑے لوگ اِس کے قائل ہیں۔ شامی کے متن دُرِّ مختار کا فیصلہ یہ ہے :

''مناسب یہ ہے کہ مروجہ تلقین نہ کی جائے''

بحرالرائق ج ۲ ص ۱۷۰ میں ہے کہ اِس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں :

تلقینِ میت بہت سے شافعیوں اَور بعض حنفیوں کے نزدیک مستحب ہے

(اَشعۃ اللمعات ج ا ص ۱۳۰)

معلوم ہوا کہ حنفیوں میں اِس کے قائل بہت کم لوگ ہیں اور بندہ مؤلف عرض کرتا ہے کہ تلقینِ میت کی ضرورت اگر تسلیم بھی کر لی جائے تو سورہ بقرہ کے اوّل و آخر کے برابر تلقین کے الفاظ ناممکن ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ قرآنِ کریم میں بھی تلقین کے لیے اِس سے زیادہ جامع مضمون کہیں نہیں ہے۔ پھر رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا سے جو دُعا شروع ہوتی ہے انصاف سے سوچیے کہ وہ کس قدر حسبِ حال اور مناسب ہے مگر افسوس کہ جن لوگوں کو مسائل پیدا کرنے کا شوق لگ گیا ہے اُن کو قرآن کے الفاظ اور سُنّت طریقوں میں کچھ نور ہی نظر نہیں آتا۔ یاد رکھو کہ بدعت کا ٹمٹماتا ہوا چراغ پل صراط پر بجھ جائے گا اَور حقیقتِ حال پر اطلاع حاصل ہونے کے بعد افسوس کے سوا کیا حاصل؟

واضح ہو کہ دفن کے بعد اَذان دینا ایک نیا مسئلہ ہے نہ حدیث میں نہ فقہ حنفیہ میں۔ بزرگانِ دین کے

مبارک زمانہ میں اِن بدعتوں کا نام ونشان اَور رواج ہرگز نہ تھا چنانچہ کئی صدیوں تک تو قبر پر اَذان کا ذکر تک نہیں آتا۔ پچھلے زمانہ میں بعض غیر قابل ذکر شافعی لوگوں نے اِس کو جاری کیا اَور فقہائے احناف نے اِس کو بدعت کا خطاب دیا چنانچہ حنفی فقہ کی مشور کتاب فتاوی شامی ج اص ۳۵۷ میں ہے :

''علامہ خیر الدین رملی نے بحرالرائق کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ میں نے شافعی مذہب کی کتابوں میں لکھا دیکھا ہے کہ کہیں کہیں نماز کے علاوہ بھی اذان کہنا سُنّت ہے جیسا بچہ کے کان میں اذان کہنا، غمزدہ، مرگی والا، غضب ناک، بدخلق انسان یا جانور کے کان میں اذان کہنا، جنگ کے وقت، آگ لگ جانے کے وقت اَذان کہنا بھی سُنّت ہے۔ کسی نے یہ بھی کہا ہے کہ میت کو قبر میں اُتارتے وقت، اِس قیاس پر کہ جب دُنیا میں پیدا ہوا تھا اُس وقت بھی بچہ کے کان میں اَذان کہی جاتی ہے۔ لیکن علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو شرح عباب میں رَدکردیا ہے۔'' ....الخ

ظاہر ہے کہ یہ کتابیں شافعی مذہب کی ہیں ہم اِس کے جواب دِہ نہیں ہیں پھر غور کیجیے کہ بریلوی مذہب کا مسئلہ بیمار لفظ سے شروع ہوتا ہے قِیْلَ کسی گمنام شخص نے کہا ہے کہ میت کو قبر میں اُتارتے وقت اَذان کہی جائے لیکن علامہ ابن حجرؒ نے شرح عباب میں اِس کو رَد کردیا ہے۔ ع

اُڑنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے

حنفی مذہب میں تو اِس اَذان کا نام ونشان نہیں، شافعی مذہب میں بھی اِس بدعت کا یہ حال ہورہا ہے۔ عِنْدَ اِنْزَالِ الْمَیِّتِ کا لفظ اِس بات کی دلیل ہے کہ شافعی مذہب میں یہ رواج تھا کہ میت کو اُتارتے وقت اَذان کہتے تھے، دفن کے بعد اَذان کہنے کی بدعت آج تک اہل علم میں سے کسی کو نہ سوجھی۔ دین کی تمام کتابیں آج تک اِس کے متعلق خاموش ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی ج اص ۸۳۷ میں میت کو قبر میں رکھتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ پڑھنے کے بیان میں ایک تنبیہ بیان فرماتے ہیں:

''احادیث میں جو الفاظ میت کو رکھتے وقت پڑھنے کے لیے وارِد ہوئے ہیں اُنہیں پر بند رہنے سے اِس بات کا اِشارہ نکلتا ہے کہ میت کو قبر میں داخل کرتے وقت اَذان کہنا جیسا کہ آج کل دستور بن گیا ہے سُنّت نہیں ہے اور علامہ ابن حجرؒ نے اپنے فتاویٰ میں صاف

صاف لکھ دیا ہے کہ دفن کے وقت اَذان کہنا بدعت ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ جن لوگوں نے پیدائش کی اَذان پر قیاس کرکے اِسے سُنّت کہا ہے اُنہوں نے غلطی کھائی ہے۔''

اِس کے بعد علامہؒ نے ایک زرّیں اُصول بیان کیا ہے جس پر غور کرنے سے بریلویوں کے اَور ہمارے تمام مسائل کا فیصلہ ہوسکتا ہے وہ فرماتے ہیں :

''بعض علماء حنفیہ وغیرہ نے فرض نمازوں کے بعد مصافحہ کرنے کے موجودہ رواج کے متعلق صاف صاف لکھا ہے کہ یہ مکروہ ہے باوجودیکہ مصافحہ کرنا سُنّت ہے۔ اِس کی وجہ صرف یہ ہے کہ خاص نمازِ فرض کے بعد مصافحہ کرنا کہیں منقول نہیں ہے تو اَب اگر ایسا کام پابندی سے کیا جائے تو عام لوگ اِس وہم میں پڑ جائیں گے کہ یہ سُنّت ہے اِسی لیے نمازِ رغائب پر جمع ہونے سے لوگوں کو منع کیا گیا ہے جس کو بعض عبادت گزاروں نے ایجاد کیا تھا کیونکہ یہ نماز خاص اُن راتوں میں کہیں منقول نہیں ہے اگرچہ نماز بہترین چیز ہے۔''

اَب یہ سُنیے کہ ''نمازِ رغائب'' کیا ہے؟ بحرالرائق ج ۲ ص ۵۳ میں ہے :

''یہاں سے معلوم ہوا کہ صلٰوۃ الرغائب جو رجب کے پہلے جمعہ کی رات کو پڑھی جاتی ہے اُس پر لوگوں کا جمع ہونا مکروہ ہے اور یہ بدعت ہے۔''

واضح ہو کہ بہت سے لوگ مسجد میں جمع ہو کر رجب کے اوّل جمعہ کی رات مغرب اور عشاء کے درمیان ۱۲ رکعت نفل دو دو کرکے پڑھتے تھے اُس زمانہ میں اِس کا رواج چل گیا تھا۔ سوچنا یہ ہے کہ علماء نے اِس سے کیوں منع کیا؟ نفل عبادت کی ہر روز اجازت ہے پھر منع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ایک عام چیز کو کسی جگہ یا وقت یا مقرر تاریخ پر متعین کرلینا اور اِس میں خصوصی تاثیر سمجھنا دین پر زیادتی ہے۔ اِسی بنا پر ہر نماز کے بعد مصافحہ سے علامہ شامیؒ منع کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج علمائے حق دفن کے بعد اَذان سے منع کرتے ہیں گو اَذان میں اللہ کا ذکر ہے لیکن قبر پر قرآن پڑھنے اور دُعاءِ استغفار کا موقع ہے یہ رسم چھوڑ کر اَذان وسلام جو رسم بھی نکالی گئی، دین کو دو نقصان پہنچیں گے ترکِ سُنّت اور ایجادِ بدعت۔

بھائی مسلمانوں! قبر پر اَذان پڑھنے کا ذکر حنفی کتابوں میں بس اِتنا ہی تھا جو آپ نے دیکھ لیا بعض

گمنام شافعی علماء نے اِسے تجویز کیا تھا جس کو شافعی علماء نے ہی بدعت کہہ دیا۔ حنفیوں میں تو اِس مسئلہ کا نشان تک نہیں ملتا اَور شافعی علماء نے بھی صرف قبر میں رکھتے وقت اَذان کہنے کو بدعت کہا ہے دفن کے بعد اَذان کہنے کا تو کہیں نام تک نہیں ہے۔

مولوی احمد رضا خان صاحب اپنے رسالہ ''ایذان الاجر'' کی پہلی سطر میں اِس بات کو تسلیم بھی کر گئے، فرماتے ہیں :

''بعض علمائے دین نے میت کو قبر میں اُتارتے وقت اَذان کہنے کو سُنّت فرمایا۔''

مگر اَفسوس کہ وہ علماء نا قابلِ ذکر بلکہ نامعلوم ہیں ورنہ مولوی صاحب حسبِ عادت اُن کے نام بمعہ اَلقاب ضرور درج کرتے، پھر فرماتے ہیں :

''علامہ ابن حجر مکیؒ اَور خیر الدین رملی نے اِن کا یہ قول نقل کیا۔''

بجا ہے لیکن کس اَنداز میں ذکر کیا؟ اِن لفظوں کو اُردو میں بیان کرنے سے مولوی صاحب جھجکتے ہیں کہ یہ سخت کمزور پہلو ہے۔ یہ تلخ گھونٹ ایک خاص تدبیر کے ساتھ گلے سے اُتارتے ہیں کہ جس بات میں اپنی کمزوری ظاہر ہوتی تھی اُسے عربی میں بیان کیا تاکہ اہلِ علم کے اعتراض سے بھی بچ جائیں اَور اُردو پڑھنے والے بدظن بھی نہ ہوں، فرماتے ہیں:

اَمَّا الْمَکِّیُّ فَفِیْ فَتَاوَاہُ وَفِیْ شَرْحِ الْعُبَابِ وَعَارَضَ وَاَمَّا الرَّمْلِیُّ فَفِیْ حَاشِیَۃِ الْبَحْرِ الرَّائِقِ وَمَرَّضَ.

علامہ ابن حجر مکی نے اپنے فتاویٰ اَور فتاویٰ شرح عباب میں اُن گمنام بعض علماء کی تردید کردی ہے (یعنی شافعی مذہب کے جن علماء نے میت کو اُتارتے وقت اَذان کہنا سُنّت کہا ہے علامہ ابن حجر مکی نے اُن کی دلیل کو تسلیم نہیں کیا اُن کی تردید کردی ہے) اور رملیؒ نے اِس مسئلہ کو بیمار قرار دیا ہے۔

ناظرین! یہ عبارتیں آپ ابھی ابھی فتاویٰ شامی کے حوالہ سے پڑھ چکے ہیں۔ دیکھیے مولوی احمد رضا خاں صاحب اپنی زبان سے مانتے ہیں کہ دفن کے بعد اَذان کہنے کا تو کہیں ذکر بھی نہیں۔ البتہ قبر میں اُتارتے وقت بعض نا قابلِ ذکر لوگوں نے اِسے سُنّت کہا مگر علامہ ابن حجر مکی اور خیر الدین رملی نے تردید کردی۔ میّت کو

قبر میں اُتارتے وقت اَذان کہنا کسی نامعلوم شخص نے سُنّت کہا ہے اور اِس کی تر دید میں یہ دو بڑے بڑے فقیہ موجود ہیں۔ خدا کے لیے دیکھیے یہ مسئلہ کتنا کمزور ہے مگر حیرانی ہے کہ مولوی صاحب اِتنا اقرار کرنے کے باوجود ضد پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ع

جو شاخِ نازُک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہو گا

چوبیس صفحات کا رسالہ ہے اِس میں کوئی عبارت ایسی نہیں ہے جس میں دفن کے بعد اَذان کہنے کا حکم ہو تمام قیاسات ہیں وہ بھی مہمل چند الفاظ میں رسالہ کا نمونہ دیکھ لیجیے، فرماتے ہیں :

۱۔ قبر میں شیطان کے گمراہ کرنے کا خطرہ ہے اور اَذان سے شیطان بھاگتا ہے اِس لیے اَذان کہنی چاہیے۔

جواب : موت کے بعد اِنسان سے شیطان اَور نفس کی کشش ختم ہو جاتی ہے جیسا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اِحیاء العلوم ج ۳ ص ۲۶ میں فرمایا ہے کیونکہ قبر آخرت کی منزل میں شمار ہوتی ہے۔

حدیث میں شرِ شیطان سے پناہ مانگنے کا مطلب یہ ہے کہ دُنیا سے دل پر شیطان کا جو اَثر لے کر آیا تھا اُس سے خداوندِ تعالیٰ بچائیں اور اَذان میں جو شیطان کو بھگانے کی تاثیر ہے وہ اِس صورت میں ہے کہ فرض نماز کے لیے اَذان کہی جائے جیسا کہ حدیث میں ہے اِذَا اُذِّنَ لِلصَّلٰوۃِ .... الخ

۲۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو دفن کرنے کے بعد آپ ﷺ نے دیر تک سُبْحَانَ اللّٰہِ پڑھا۔ صحابہؓ نے بھی آپ ﷺ کی اِتباع میں پڑھا۔ پھر آپ ﷺ نے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا اَور صحابہؓ نے بھی کہا۔ اَذان میں بھی اَللّٰہُ اَکْبَرُ ہے اِس لیے اَذان کہنا چاہیے۔

جواب : حضرت جابرؓ کی حدیث میں تو اَذان کا نام تک نہیں صرف تسبیح اَور تکبیر کا ذکر ہے۔ کیا اذان میں تسبیح بھی آجاتی ہے؟ اَور حدیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر کی گُھٹن اَور تنگی دُور کرنے کے لیے اصلی چیز تسبیح تھی جب حضرت سعدؓ پر آسانی ہوئی تو آپ ﷺ نے خوشی میں آکر تکبیر فرمائی تھی، حدیث کے لفظ یہ ہیں فَسَبَّحْنَا طَوِیْلًا ثُمَّ کَبَّرَ فَکَبَّرْنَا ہم دیر تک سُبْحَانَ اللّٰہِ پڑھتے رہے پھر حضور علیہ السلام نے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا تو ہم نے بھی اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کُلُّ التَّکْبِیْرِ کَانَ بَعْدَ التَّفْرِیْجِ یعنی تکبیر تو قبر کھل جانے کے بعد کہی گئی تھی۔ علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شرح مشکٰوۃ میں

یہی لکھا ہے اِنَّمَا کَبَّرَ عِنْدَ وُقُوْعِ التَّفْرِیْجِ عَنْ سَعْدٍ یعنی تکبیر تو اُس وقت فرمائی تھی جب حضرت سعدؓ پر قبر کھل چکی تھی۔ اصلی چیز جس سے قبر کھلتی ہے وہ تو تسبیح ہے جس میں آپ ﷺ دیر تک مشغول رہے۔ اہلِ بدعت نے اصلی چیز کو چھوڑ دیا اَور تکبیر پر اَذان کا حاشیہ چڑھا دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ تکبیر تو کسی عظیم الشان قدرت کو دیکھ کر بے اِختیار زبان پر آجاتی ہے۔ معافی مانگنے کا لفظ تو سُبْحَانَ اللّٰہِ ہے جیسا کہ آیتِ کریمہ میں ہے۔ نیز فرشتوں نے کہا سُبْحٰنَکَ لَاعِلْمَ لَنَا.. الآیۃ قرآنِ کریم میں یہ استعمال بہت ہے۔ ع

اِتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا

۳۔ اَذان میں لَآاِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ بھی ہے۔ اِس سے میت کی تلقین بھی ہوجاتی ہے لَقِّنُوْا مَوْتَاکُمْ کا حقیقی محمل یہی ہے۔

جواب : میت کی تلقین اگر شرعی چیز ہوتی تو سلفِ صالحین کیوں اِس سے محروم رہتے؟ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں : مروجہ تلقین سلف میں نہ تھی بلکہ یہ نئی ایجاد ہے اِس لیے حدیث کو اِس پر محمول نہ کرنا چاہیے۔ تلقین کی بحث گزر چکی ہے۔ اِس کے بعد مولوی صاحب کی کوئی دلیل اِس قابل بھی نہیں جسے قبر پر اَذان دینے کے ساتھ دُور کا بھی واسطہ ہو اِس لیے سرِ دست یہ بحث ختم کی جاتی ہے اَور بریلوی حضرات کی خدمت میں چند سوالات پیش کیے جاتے ہیں :

(۱) حنفی فقہاء میں سے کسی قابلِ ذکر شخص کا نام لیں جو دفن کے بعد اَذان کو جائز قرار دیتا ہو۔ اگر ایک شخص بھی نہ ملے تو خدا کا خوف کیجیے دین میں تصرف کرنے کا اختیار آپ لوگوں کو کہاں سے مل گیا؟

(۲) ذکر کی دو قسمیں ہیں :

(الف) عام اَذکار جو کسی وقت اَور جگہ سے خصوصیت نہیں رکھتے۔

(ب) خاص ذکر جو خاص قیود شرائط، خاص اَوقات اَور مناسک سے مخصوص ہیں اُن میں خاص خاص شرعی ہدایات ہیں۔

آپ یہ بتائیں کہ اَذان آپ لوگوں کے خیال میں عام ذکر ہے یا خاص؟ اگر عام ہے تو شریعت میں نمازِ عید، نمازِ جنازہ، نمازِ کسوف، نمازِ خسوف، نمازِ استسقاء وغیرہ کے لیے اِس کی اجازت کیوں نہیں دی گئی؟ اَور اگر خاص قسم کا ذکر ہے تو اِس کے ہر جگہ استعمال کی اجازت آپ کہاں سے لائے ہیں؟

(۳) مولوی احمد رضا خان صاحب نے قبر پر اَذان دینے کو جائز پھر مستحب پھر سُنّت کہنے پر جتنے دلائل قیاس اَور اٹکل سے تجویز کیے ہیں اُن دلائل کو اَذان سے کوئی خصوصی تعلق نہیں ہے بلکہ تمام عبادات میں جتنی بدعتیں جاری ہوسکتی ہیں اُن سب بدعات پر یہ دلائل معمولی تبدیلی سے منطبق ہوسکتے ہیں پھر اَذان کی کیا خصوصیت رہ جائے گی مثلاً ایک بدعت پسند مولوی کہتا ہے کہ پانچ وقت کی نمازوں کے لیے آنے والے نمازی نماز شروع کرنے سے پہلے بلند آواز سے مل کر پچاس دفعہ دُرود اَور سلام پڑھا کریں جو نہ پڑھے گا وہ وہابی اَور تارکِ سُنّت ہے۔ایک اَور مولوی صاحب پانچ نمازوں کے ساتھ چھٹی نماز تجویز کرتے ہیں اور یہ تجویز کرتے ہیں کہ اِس چھٹی نماز کی ہر رکعت میں دو رکوع اَور چار سجدے کیے جائیں۔ایک بدعتی صاحب یہ تجویز کرتے ہیں کہ ہر شخص قربانی کا جانور ذبح کرنے سے پہلے قرآن مجید کا ختم کرائے ورنہ تارکِ سُنّت ہے۔ایک بدعتی صاحب اِس بنیاد پر کہ نجاست اَور غلاظت کے مقام پر شیاطین رہتے ہیں اَور حدیث سے بھی ثابت ہے تو پاخانہ میں جاتے وقت نوکر کو حکم دیتے ہیں کہ جب تک میں پاخانہ میں ٹھہروں تم بلند آواز سے اَذان کہتے رہو جیسا کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے اِس رسالہ میں بہت زُور دیا ہے کہ اَذان سے شیطان بھاگتے ہیں اِس لیے یہ اَذان بھی سُنّت ہونی چاہیے۔نیز صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ جماع سے پہلے اللہ کا نام لے کر شیطان سے بچنے کی دُعا کرنی چاہیے معلوم ہوا کہ اُس وقت بھی شیطان کا خطرہ ہے اِس لیے ایک بدعتی مولوی صاحب یہ نیا مسئلہ نکالتے ہیں کہ جماع سے پہلے شیطان کی شرارت سے بچنے کے لیے اَذان بلند آواز سے کہنا چاہیے۔

اَب ہم مولوی احمد رضا خان صاحب کا دین و مذہب رکھنے والوں سے پوچھتے ہیں کہ اِن تمام مسائل کے متعلق آپ کا کیا فتویٰ ہے؟ فاضل بریلوی نے قبر پر اَذان کو جائز کرنے کے لیے جتنے دلائل قائم کیے ہیں وہ تمام کے تمام یا اکثر دلائل اِن بدعات پر جاری ہوسکتے ہیں بلکہ ہر بدعت چونکہ دین کا لباس پہن کر آتی ہے اِس لیے اِن دلائل سے ہر بدعت جائز ہوسکتی ہے۔اگر قبر پر اَذان جائز ہوسکتی ہے تو یہ تمام چیزیں بھی جائز ہونی چاہئیں اَور جناب اِن چیزوں میں حرج بھی کیا ہے؟ شریعت میں اِن کو منع بھی نہیں کیا گیا۔قرآن وحدیث اور فقہ اِن مسائل کی موجودہ شکل کے متعلق خاموش ہیں۔

۴۔ قبر پر اَذان کی ضرورت کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو آج دُنیا میں نیا مسئلہ پیدا ہوا ہے بلکہ آنحضرت ﷺ، صحابہؓ، تابعین، تبع تابعین، مجتہدین، بزرگانِ دین کے ہر زمانہ میں یہ ضرورت پیش آتی رہی ہے۔آج

تک بزرگانِ دین اُن مبارک زمانوں کے دستور پر عمل کرنا دوجہاں کی سعادت سمجھتے رہے۔ آپ لوگوں نے اِس ضد میں آکر کہ ہم بریلوی ہیں، سُنّت طریقہ چھوڑ دیا ہے۔ اِس کی جگہ اَذان اَور سلام پڑھنا ایجاد کرلیا ہے تو کیا یہ سُنّت کو تبدیل کرنا نہیں ہے؟ اَور جو چیز سُنّت کو بدلتی ہے کیا اُس کے بدعت ہونے میں بھی کوئی شک ہے؟ حضرت شیخ عبدالحق ؒ کا اِرشاد بھی یہی ہے اَور بات یہ ہے کہ جس معاملہ میں مخصوص ذکر اَور عمل کا مخصوص طریقہ موجود ہو اُس میں ایجادات کی ضرورت ہی کیا ہے؟ مشکٰوۃ شریف باب العطاس میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے سامنے ایک شخص نے چھینک لگائی پھر کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ حضرت ابنِ عمرؓ نے اُسے منع کرنے کے لیے فرمایا میں بھی یہی کہتا ہوں یعنی دونوں لفظ اپنی جگہ پر دُرست ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے چھینک کے موقع پر دُرود و سلام پڑھنا نہیں سکھایا بلکہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ کہنے کی تعلیم دی ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اِس موقع پر فرماتے ہیں، صاحبِ شریعت کے پیچھے چلنا چاہیے اَور کئی ایسے کام ہیں جو اپنی جگہ پر اچھے ہیں لیکن خاص موقع میں وارِد نہیں ہوئے اَور سُنّت میں نہیں آئے جیسا کہ نمازوں کے بعد مصافحہ کرنا وغیرہ۔ اَشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۴۶ مدارج شریف میں اِسی موقع پر فرماتے ہیں دُرود شریف کی فضیلت میں کیا شک ہے لیکن جیسا کہ اِرشاد ہوا ہے وہی کام کرنا چاہیے۔ صاحبِ شریعت نے ہر چیز کا مقام اَور موقع مقرر کردیا ہے وہ بات اُسی جگہ کہنی چاہیے اَور کرنی چاہیے جیسا کہ رکوع میں قرآن پڑھنا منع ہے۔ کذا فی مواھب اللّدُنیۃ مدارج النبوۃ ج ا ص ۱۸۴۔

بریلوی حضرات غور فرمائیں جس موقع کے لیے ہماری شریعت میں تعلیم موجود ہے اُس جگہ یہ گستاخیاں کتنی بدنما معلوم ہوتی ہیں۔

۵۔ شریعت جس معاملہ میں خاموش ہے اَور اُس کے متعلق ہمارے دین میں واضح ہدایت موجود نہ ہو اُس مسئلہ میں قیاس اَور اجتہاد کی گنجائش بشرطِ اہلیت موجود ہے لیکن جس مسئلہ کے متعلق حدیث میں خَیْرُ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یعنی سُنّتِ رسول ﷺ یا سُنّتِ صحابہ ؓ کا عملی نمونہ موجود ہو وہاں عقل کی ٹانگ اَڑانا سُنّت کی ہتک نہیں تو کیا ہے؟

۶۔ موت کے وقت شیطان کے گمراہ کرنے کا واقعی اَور شدید خطرہ ہے آپ لوگ اُس وقت اَذان

کیوں نہیں کہتے ؟

۷۔ اعمال و افعال کی تاثیرات اَور فوائد پر بزرگانِ دین کو نہایت گہری بصیرت اَور غور و فکر حاصل تھا اَذان کے یہ فوائد اُن کی سمجھ میں کیوں نہ آئے ؟

۸۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب کے رسالہ میں قبر پر اَذان دینے کی اجازت کا ذکر تک نہیں ، اپنی اٹکل اور تخمین سے اُنہوں نے اِس کو جائز کہنے کی کوشش کی ہے یہ اُن کی ذاتی رائے ہے۔ کیا ایک شخص کی ذاتی رائے مذہب کی بنیاد بن سکتی ہے؟

۹۔ جب بھی آپ لوگوں سے اِن باتوں کی کوئی سند دریافت کی جاتی ہے تو جواب یہ ملتا ہے کہ گو قبر پر اَذان کہنا ثابت نہیں لیکن یہ کہاں لکھا ہے کہ یہ منع ہے رسالہ ہٰذا کے شروع میں منع کے دلائل جو حنفی فقہ کی معتبر کتابوں سے لکھے گئے ہیں اِس کے بعد آپ لوگوں کے پاس کیا گنجائش رہ جاتی ہے؟

۱۰۔ اصل اَشیاء میں حرمت ہے یا اَباحت یا توقف؟

حرمت اَور اباحت کے دلائل سخت متعارض ہیں اِس لیے یقیناً دونوں ساقط ہو جائیں گے اَور دونوں کی عدم موجودگی میں توقف کے متعین ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے؟ اَور جب ثابت ہو گیا کہ اَصل توقف ہے تو پھر قابلِ غور یہ اَمر ہے کہ اَصل فی الاشیاء کے متعلق یہ اختلاف اُمورِ عادیہ کے متعلق ہے یا تعبدی اُمور کے متعلق؟ اس مسئلہ کے متعلق حنفی فقہاء کی تصریحات پیش کریں۔ واضح رہے کہ کتاب الاعتصام میں امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ اختلاف تعبدی اُمور میں نہیں ہے۔ (کتاب الاعتصام ج ا ص ۳۰۱)

۱۱۔ حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہٗ نے ایک شخص کو عید کے دن نمازِ عید سے پہلے نفل پڑھتے دیکھ کر منع فرمایا اُس شخص نے جواب دیا اے امیر المؤمنین ! میں جانتا ہوں کہ خداوندِ تعالیٰ نماز پڑھنے پر عذاب نہیں دے گا (کیونکہ نماز اللہ کی عبادت ہے) حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہٗ نے اِرشاد فرمایا میں جانتا ہوں کہ خداوندِ تعالیٰ کسی کام پر ثواب نہیں دیتے جب تک کہ رسول اللہ ﷺ نے کیا نہ ہو یا اُس کی رغبت نہ دی ہو (اَور چونکہ یہ نمازِ نفل عید کے دن نمازِ عید سے پہلے نہ آپ ﷺ نے پڑھی ہے نہ اِس کی ترغیب دی ہے) اِس لیے تیری نماز ایک فضول اور بے فائدہ کام ہے اَور بے فائدہ کام حرام ہے تو شاید خداوندِ تعالیٰ تجھے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت پر عذاب دے (مجمع البحرین)۔ (باقی صفحہ ۶۲)

گلدستۂ اَحادیث

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

پانچ دُعائیں قبول کی جاتی ہیں :

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ خَمْسُ دَعْوَاتٍ یُسْتَجَابُ لَھُنَّ دَعْوَۃُ الْمَظْلُوْمِ حَتّٰی یَنْتَصِرَ، وَدَعْوَۃُ الْحَاجِّ حَتّٰی یَصْدُرَ، وَدَعْوَۃُ الْمُجَاھِدِ حَتّٰی یَقْعُدَ، وَدَعْوَۃُ الْمَرِیْضِ حَتّٰی یَبْرَأَ، وَدَعْوَۃُ الْاَخِ لِاَخِیْہِ بِظَھْرِ الْغَیْبِ ثُمَّ قَالَ وَاَسْرَعُ ھٰذِہِ الدَّعْوَاتِ اِجَابَۃً دَعْوَۃُ الْاَخِ بِظَھْرِ الْغَیْبِ.

(دعوات الکبیر للامام البیھقی بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۹۶)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا پانچ دُعائیں قبول کی جاتی ہیں: (1) مظلوم کی دُعاء یہاں تک وہ ظالم سے (اپنے ہاتھ یا زبان سے) بدلہ لے لے (2) حاجی کی دُعاء یہاں تک کہ وہ (اپنے گھر) واپس آجائے (3) مجاہد کی دُعاء یہاں تک کہ وہ جہاد سے (فارغ ہوکر) بیٹھ جائے (4) مریض کی دُعاء یہاں تک کہ وہ تندرست ہوجائے (5) ایک بھائی کی اپنے بھائی کے لیے غائبانہ دُعاء۔ پھر آپ نے فرمایا اِن دُعاؤں میں سب سے جلدی قبول ہونے والی دُعاء ایک بھائی کی اپنے بھائی کے لیے غائبانہ دُعاء ہے۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام پانچ چیزوں سے پناہ مانگا کرتے تھے :

عَنْ عُمَرَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَتَعَوَّذُ مِنْ خَمْسٍ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَسُوْءِ الْعُمُرِ وَفِتْنَۃِ الصَّدْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ. (ابوداود، نسائی بحوالہ مشکوٰۃ ص ۲۱۷)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ پانچ چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے: (1) جبن وبزدلی سے (2) بُخل سے (3) عمر کی برائی سے (4) سینے

کے فتنے سے (5) قبر کے عذاب سے۔

ف : عمر کی برائی سے مراد یہ ہے کہ اِتنی زیادہ عمر ہو جائے کہ آخر میں قویٰ اور حواس میں فرق آجائے اور طاعت وعبادت کی ہمت وطاقت نہ رہے یا ایسی تکلیفوں میں مبتلا ہو جائے کہ لوگوں کے لیے بوجھ بن جائے۔ سینے کے فتنے سے مراد یہ ہے کہ سینے کے اَندر برے اَخلاق اَور برے عقائد جاگزیں ہو جائیں یا حق بات قبول کرنے کی صلاحیت نہ رہے یا مصائب اور بلاؤں کے تحمل کی طاقت نہ رہے۔

حضور اَکرم ﷺ کی طرف سے پانچ چیزوں کا حکم :

عَنِ الْحَارِثِ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ آمُرُکُمْ بِخَمْسٍ بِالْجَمَاعَةِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَالْھِجْرَةِ وَالْجِھَادِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاِنَّہٗ مَنْ خَرَجَ مِنَ الْجَمَاعَةِ قِیْدَ شِبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْاِسْلَامِ مِنْ عُنُقِہٖ اِلَّآ اَنْ یُّرَاجِعَ وَمَنْ دَعَا بِدَعْوَی الْجَاھِلِیَّةِ فَھُوَ مِنْ جُثٰی جَھَنَّمَ وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰی وَزَعَمَ اَنَّہٗ مُسْلِمٌ . (مسندِ احمد، ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص ۳۲۱)

حضرت حارث اَشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا : میں تمہیں پانچ چیزوں کا حکم دیتا ہوں (1) مسلمانوں کی جماعتِ (حق) کے ساتھ جڑے رہو (2) امیرِ جماعت جو حکم دے اُسے سنو (3) امیرِ جماعت کی اطاعت وفرمابرداری کرو (4) ہجرت کرو (5) اللہ کی راہ میں جہاد کرو، یاد رکھو کہ جو شخص بھی جماعتِ حق سے الگ ہوا اُس نے (گویا) اِسلام کی رسّی کو اپنی گردن سے نکال دیا، اِلّا یہ کہ وہ واپس آجائے، جس شخص نے جاہلیت کا سا پُکارنا پکارا وہ دوزخیوں کی جماعت میں سے ہو گیا اگرچہ وہ روزہ رکھے نماز پڑھے اور یہ کہے کہ میں مسلمان ہوں۔

ف : حدیث میں یہ جو آیا ہے کہ ''جس شخص نے جاہلیت کا سا پُکارنا پکارا'' اِس سے مراد یہ ہے کہ جس شخص نے زمانۂ جاہلیت کے رسم وَرواج کی طرف بُلایا اور اِس طرح وہ مخلوق کو خلافِ اسلام عقائد و نظریات اَور باطل رُسوم ورواج میں مبتلا کرنے کا باعث بنا وہ دوزخیوں کے جماعت میں سے ہو گیا۔

❁ ❁ ❁

ماہِ صفر کے اَحکام اور جاہلانہ خیالات

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب، راولپنڈی ﴾

ماہِ صفر کا ''صفر'' نام رکھنے کی وجہ :

ماہِ صفر کو ''صفر'' کہنے کی ایک وجہ یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ صفر کے معنٰی لُغت میں خالی ہونے کے آتے ہیں اور اِس مہینہ میں عرب کے لوگوں کے گھر عموماً خالی رہتے تھے کیونکہ چار مہینوں (ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرّم اور رجب) میں مذہبی طور پر اُن کو جنگ اور لڑائی نہ کرنے اور مذہبی عبادت انجام دینے کا بطورِ خاص پابند کیا گیا تھا اور محرم کا مہینہ گزرتے ہی اِس جنگجو قوم کے لیے مسلسل تین مہینوں کی یہ پابندی ختم ہوجاتی تھی لٰہذا وہ لوگ جنگ لڑائی اور سفر میں چل دیتے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر بتغیر ج ۲ ص ۳۵۴)

ماہِ صفر کے ساتھ ''مظفَّر'' لگانے کی وجہ :

عام طور پر صفر کے ساتھ مظفر یا خیر کا لفظ لگایا جاتا ہے یعنی کہا جاتا ہے ''صفرالمظفر'' یا ''صفرالخیر''۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ مظفر کے معنٰی کامیابی و کامرانی والی چیز کے ہیں اور خیر کے معنی نیکی اور بھلائی کے ہیں۔ زمانۂ جاہلیت میں کیونکہ صفر کے مہینے کو منحوس مہینہ سمجھا جاتا تھا اور آج بھی اِس مہینہ کو بہت سے لوگ منحوس بلکہ آسمان سے بلائیں اور آفتیں نازل ہونے والا سمجھتے ہیں اور اِسی وجہ سے اِس مہینہ میں خوشی کی بہت سی چیزوں (مثلاً شادی بیاہ وغیرہ کی تقریبات) کو منحوس یا معیوب سمجھتے ہیں جبکہ اِسلامی اعتبار سے اِس مہینہ سے کوئی نحوست وابستہ نہیں اور اِسی وجہ سے احادیثِ مبارکہ میں اِس مہینہ کے ساتھ نحوست وابستہ ہونے کی سختی کے ساتھ تردید کی گئی ہے۔ اس لیے صفر کے ساتھ ''مظفر'' یا ''خیر'' کا لفظ لگا کر ''صفرالمظفر'' یا ''صفرالخیر'' کہا جاتا ہے تاکہ اِس کو منحوس اور شروآفت والا مہینہ نہ سمجھا جائے بلکہ کامیابی والا اور بامراد نیز خیر کا مہینہ سمجھا جائے اور اس مہینے میں انجام دیے جانے والے کاموں کو نامراد اور منحوس سمجھنے کا تصور اور نظریہ ذہنوں سے نکل جائے۔

ماہِ صفر کے متعلق نحوست کا عقیدہ اور اُس کی تردید :

جیسا کہ پہلے گزر چکا کہ زمانۂ جاہلیت میں ماہِ صفر کے متعلق بکثرت مصیبتیں اور بلائیں نازل ہونے کا اعتقاد رکھا جاتا تھا اور آج مذہبی لوگوں نے بھی اِس مہینہ کو مصیبتوں اور آفتوں سے بھر پور قرار دیا ہے حتی کہ لاکھوں کے حساب سے آفات اور بلیات کے نازل ہونے کی تعداد بھی نقل کردی ہے اور اِسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ (نعوذ باللہ) جلیل القدر انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کو بھی اِس مہینہ میں مبتلاءِ مصیبت ہونا قرار دیا ہے اور پھر خود ہی اُنہوں نے اِن مصیبتوں سے بچنے کے طریقے بھی ذکر کر دیے ہیں۔ یہ سب من گھڑت اور اپنی طرف سے بنائی ہوئی باتیں ہیں جن کی قرآن وحدیث، صحابہ وتابعین، ائمہ مجتہدین اور سلفِ صالحین میں سے کسی سے بھی کوئی صحیح سند نہیں کیونکہ قرآن وسنت کی رُو سے بنیادی طور پر خود نحوست اور اِس مہینہ میں مصیبتوں اور آفتوں کا نازل ہونا ہی باطل ہے بلکہ یہ جاہلیت کا ایجاد کردہ نظریہ ہے تو اِس پر جو بنیاد بھی رکھی جائے گی وہ یقیناً باطل اور غلط ہی ہوگی۔ رحمتِ عالم ﷺ نے اپنے صاف اور واضح اِرشادات کے ذریعے زمانۂ جاہلیت کے توہمات اور قیامت تک پیدا ہونے والے تمام باطل خیالات اور صفر کے متعلق وجود میں آنے والے تمام نظریات کی تردید اور نفی فرمادی ہے اور اِس کے ساتھ ساتھ زمانۂ جاہلیت میں جن جن طریقوں سے نحوست، بدفالی اور بدشگونی لی جاتی تھی اُن سب کی بھی مکمل طور پر نفی اور تمام مسلمانوں کو اِس قسم کے توہمات سے بچنے کی تاکید فرمادی ہے بلکہ وہ تمام اَوہام وخرافات جن سے عرب کے مشرکین لرزہ براَندام رہتے تھے اور جن کو وہ بذاتِ خود دُنیا کے نظام پر اَثر ڈالنے والے اور دُنیا کے حالات کو بدلنے والے سمجھتے تھے، آنحضرت ﷺ نے اُن کا طلسم توڑ دیا اور اعلان فرمایا کہ اِن کی کوئی اصل نہیں۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا عَدْوٰی وَلَا طِیَرَۃَ وَلَا ھَامَۃَ وَلَا صَفَرَ وَفِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ کَمَا تَفِرُّ مِنَ الْاَسَدِ (بخاری)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ ایک کی بیماری کا (اللہ کے حکم کے بغیر خود بخود) دُوسرے کو لگ جانا، بدفالی اور نحوست اور صفر (کی نحوست وغیرہ) یہ سب باتیں بے حقیقت ہیں اور مجذوم (کوڑھی) شخص سے اِس طرح بچو اور پرہیز کرو جس طرح شیر سے بچتے ہو۔''

فائدہ : مجذوم (یعنی کوڑھی) شخص سے بچنے کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا عَدْوٰی وَلَا هَامَةَ وَلَا نَوْءَ وَلَا صَفَرَ . (صحیح مسلم ، ابو داوٗد)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مرض کا (خود بخود بغیر حکمِ الٰہی کے) دُوسرے کو لگ جانا، اُلّو، ستارہ اور صفر (کی نحوست وغیرہ) کی کوئی حقیقت نہیں (وہم پرستی کی باتیں ہیں)۔''

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَاعَدْوٰی وَلَا غُوْلَ وَلَا صَفَرَ . (مسلم)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ مرض کا (خود بخود) لگ جانا اور غولِ بیابانی اور صفر (کی نحوست) کی کوئی حقیقت نہیں۔''

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْعِیَافَةُ وَالطِّیَرَةُ وَالطُّرُقُ مِنَ الْجِبْتِ. (ابو داوٗد ، ابن ماجه ، احمد)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پرندوں کی بولی، اُن کے اُڑنے (یا اُن کے نام) سے فال لینا اور کنکری پھینک کر (یا خط کھینچ کر) حال معلوم کرنا شیطانی کام (یا جادُو کی قسم) ہے۔''

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ مِنَّا مَنْ تَطَیَّرَ اَوْ تُطُیِّرَلَهٗ اَوْتَکَهَّنَ اَوْتُکُهِّنَ لَهٗ اَوْ سَحَرَ اَوْسُحِرَلَهٗ وَمَنْ اَتٰی کَاهِنًا فَصَدَّقَهٗ بِمَا یَقُوْلُ فَقَدْ کَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ . (مسند بزار)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں جو خود بُری فال (بدشگونی) لے یا جس کے لیے بُری فال لی جائے یا جو خود کہانت کرائے یا جس کے لیے کہانت کرائی جائے، یا جو خود جادو کرے یا جس کے لیے جادو کیا جائے، اور جو شخص کسی کاہن کے پاس آیا اور اُس کی باتوں کی تصدیق کی تو اُس نے محمد ﷺ پر نازل شدہ چیز (قرآن وشریعت) کا (ایک طرح سے) کفر کیا۔''

خلاصہ یہ ہے کہ اِسلامی تعلیمات کی روشنی میں یہ تمام خیالات باطل ہیں بلکہ نقل کے خلاف ہونے کے علاوہ عقل کے بھی خلاف ہیں۔

ماہِ صفر سے متعلق بعض روایات کا تحقیقی جائزہ :

من گھڑت اور ایجاد کردہ باتوں کی کوئی بنیاد تو ہوتی نہیں لیکن جب جاہلوں یا اُن کے گمراہ کن رہنماؤں سے اِن باتوں کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے جو عوام میں مشہور ہوگئی ہیں تو وہ من گھڑت روایتیں اور غلط سلط دلیلیں پیش کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ چنانچہ صفر کے مہینے کے منحوس ہونے کے متعلق بھی اِسی قسم کی ایک روایت پیش کی جاتی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں :

مَنْ بَشَّرَنِیْ بِخُرُوْجِ صَفَرَ بَشَّرْتُہٗ بِالْجَنَّةِ . (موضوعات ملا علی قاریؒ ص ۶۹)

''جو شخص مجھے (یعنی بقول اُن لوگوں کے حضور ﷺ کو) صفر کے مہینے کے ختم ہونے کی خوشخبری دے گا میں اُس کو جنت کی بشارت دُوں گا''۔

اِس روایت سے یہ لوگ صفر کے مہینہ کے منحوس اور نامراد ہونے کی دلیل پکڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صفر میں نحوست تھی اِسی لیے تو نبی ﷺ نے صفر صحیح سلامت گزرنے پر جنت کی بشارت دی ہے۔

اِس سلسلے میں یاد رکھنا چاہیے کہ اوّل تو یہ حدیث ہی صحیح نہیں بلکہ من گھڑت اور موضوع ہے یعنی حضور ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ اِس کا ثبوت نہیں بلکہ بعد کے لوگوں نے خود گھڑ کر اِس کی نسبت آپ ﷺ کی طرف کر دی ہے، چنانچہ خود ملا علی قاری رحمہ اللہ جو بہت بڑے جلیل القدر محدث ہیں وہ اسے اپنی کتاب ''الموضوعات الکبیر'' میں درج فرما کر اِس کو بے بنیاد اور بے اَصل قرار دے رہے ہیں۔ دُوسرے اِس من گھڑت روایت کے مقابلے میں بے شمار صحیح احادیث صفر کے منحوس اور نامراد ہونے کی نفی کر رہی ہیں لہٰذا صحیح احادیث کے مقابلہ میں موضوع (من گھڑت) روایت پیش کرنا کسی طرح بھی صحیح نہیں۔ تیسرے بذاتِ خود اس روایت میں صفر کے مہینہ کے منحوس ہونے کی کوئی دلیل بلکہ اِشارہ تک بھی نہیں، لہٰذا اِس روایت کے الفاظ سے صفر کے مہینے کو منحوس سمجھنا صرف اپنا اختراع اور خیال ہے، چنانچہ اس روایت کے الفاظ پر غور کرنے سے ہر صاحبِ عقل اِس بات کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ چوتھے تھوڑی دیر کے لیے اِس روایت کے

موضوع اور من گھڑت ہونے سے نظر ہٹا کر دُوسرے قواعد کو سامنے رکھتے ہوئے اگر غور کیا جائے تو اِس کا صحیح مطلب اُن لوگوں کے بالکل خلاف جاتا ہے، چنانچہ اِس کا صحیح مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا وصال ربیع الاوّل کے مہینے میں ہونے والا تھا اور آپ ﷺ وصال کے بعد اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے مشتاق تھے جس کی وجہ سے آپ کو ماہِ صفر کے گزرنے اور ربیع الاوّل کے شروع ہونے کی خبر کا اِنتظار تھا اور ایسی خبر لانے پر آپ ﷺ نے اِس بشارت کو مرتب فرمایا۔تصوف کی بعض کتابوں میں اِسی مقصد کے لیے اِس روایت کو ذکر کیا گیا ہے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ اِس روایت کا صفر کی نحوست سے دُور کا بھی تعلق نہیں بلکہ یہ مضمون اور مفہوم خود ساختہ ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایک صورت میں خود یہ روایت خود ساختہ ہے اور دُوسری صورت میں اِس کا مضمون خود ساختہ ہے۔ کسی پہلو سے بھی اِس روایت سے صفر کے مہینہ کا منحوس ہونا ثابت نہیں ہوتا (ماخوذ اَز ''بدشگونیاں، بدفالیاں اور توہمات'' اَز مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب بتغیر واضافہ)۔

ماہِ صفر کی آخری بدھ کی شرعی حیثیت اور اُس سے متعلق بدعات :

بہت سے لوگ ماہِ صفر کی آخری بدھ کو بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔اس کو ''سیر بدھ'' کے نام سے مشہور کیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ صفر کی آخری بدھ کو آنحضرت ﷺ نے غسلِ صحت فرمایا تھا اور سیر تفریح فرمائی تھی۔اسی لیے بعض ناواقف اور سادہ لوح مسلمان مرد اور عورتیں اِس دن باغات اور سیر گاہوں میں سیر و تفریح کے لیے جاتے ہیں۔شرینی اور چُوری تقسیم کرتے ہیں، بعض علاقوں میں گھونگنیاں (پکے ہوئے چنے) تقسیم کرتے ہیں۔عمدہ قسم کے کھانے پکانے کا اہتمام کرتے ہیں اِس دن خوشی وتہوار مناتے ہیں۔ کاریگر اور مزدور کام نہیں کرتے ، اپنے مالک سے مٹھائی کا مطالبہ کرتے ہیں۔بعض مکتبوں میں بھی اِس دن چھٹی کی جاتی ہے اور اِس سلسلے میں ایک شعر بھی گھڑ لیا ہے، جس کا مضمون یہ ہے۔

آخری چہار شنبہ آیا ہے　　　غسلِ صحت نبی نے پایا ہے

حالانکہ یہ تمام باتیں من گھڑت ہیں اِسلامی اعتبار سے ماہِ صفر کی آخری بدھ کی کوئی خاص اہمیت اور اِس دن شریعت کی طرف سے کوئی خاص عمل مقرر نہیں ہے۔ اِس سلسلہ میں ایک لطیفہ بھی منقول ہے کہ ایک نواب زادے نے اپنے اُستاد سے اِس تاریخ میں عیدی مانگی۔اُنہوں نے شعر کے اَنداز میں اِس عیدی

کو بہت اچھے طریقے پر رَد کردیا ۔

آخری چہار شنبہ ماہِ صفر ہست چوں چہار شنبہ ہائے دِگر
نہ حدیثی شد درآں وارد نہ درو عید کرد پیغمبر

''صفر کے مہینے کی آخری بدھ دُوسرے مہینوں کی آخری بدھ کی طرح ہے اِس بارے میں کوئی خاص حدیث یا واقعہ ثابت نہیں اور نہ ہی اِس میں نبی علیہ السلام نے کوئی عید منائی ہے''۔(زوال السنۃ عن اعمال السنۃ ص ۸)

بعض لوگ اِس دن گھروں میں اگر مٹی کے برتن ہوں تو اُن کو توڑ دیتے ہیں ۔اِسی دن بعض لوگ چاندی کے چھلّے اورتعویزات بنا کر مختلف مصیبتوں خاص کر صفر کی نحوست سے بچنے کی غرض سے پہنا کرتے ہیں، یہ چیزیں بھی توہم پرستی میں داخل ہیں۔

لٰہذا اِس دن کاریگر اور مزدوروں کا خاص اہتمام سے چھٹی کرنا بے اصل ہے اور مزدوروں کا مالک سے مٹھائی وغیرہ کا مطالبہ کرنا صحیح نہیں اور اِس دن کو دُوسرے دنوں کی بہ نسبت زیادہ فضیلت اور ثواب والا سمجھنا بدعت ہے۔اور اِس دن برتن وغیرہ توڑنا اور مصیبتوں اور نحوست سے بچنے کے لیے چھلے اور تعویذ بنانا بھی شرعاً منع ہے کیونکہ یہ سب چیزیں قرآن وسنت ، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ، تابعین ، ائمہ مجتہدین اور سلفِ صالحین رحمہم اللہ کسی سے ثابت نہیں ۔ یہ سب بعد کے لوگوں کی ایجاد ہے اور اپنی طرف سے دین میں ایک نیا اضافہ ہے جو خالص بدعت اور واجب الترک ہے۔

اس دن آنحضرت علیہ السلام کا غسلِ صحت فرمانا کہیں ثابت نہیں بلکہ اِس دن تو رحمتِ عالم علیہ السلام کی اُس بیماری کی ابتدا ہوئی تھی جس میں آپ کا وصالِ مبارک ہوا۔ اِس بارے میں مسلمانوں کے بڑے بڑے سلسلے اور مکتبۂ فکر کے حضرات متفق ہیں کہ آخری چہار شنبہ (یعنی صفر کی آخری بدھ) کے روز رحمتِ عالم علیہ السلام کے مرضِ وفات کا آغاز ہوا تھا، چند حوالے جات ملاحظہ ہوں :

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں :

''۲۸ر صفر ۱۱ر ھ چہار شنبہ (بدھ) کی رات میں آپ علیہ السلام نے قبرستان بقیع غرقد میں تشریف لے جا کر اہلِ قبور کے لیے دُعائے مغفرت کی ۔ وہاں سے تشریف لائے تو سر

میں درد تھا اور پھر بخار ہوگیا اور یہ بخار صحیح روایات کے مطابق تیرہ روز تک متواتر رہا اور اِسی حالت میں وفات ہوگئی''۔(ملاحظہ ہو''سیرتِ خاتم الانبیاء'' ص۱۴۱)

فقیہِ وقت حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں :

''آخری چہار شنبہ کی کوئی اصل نہیں بلکہ اِس دن میں جناب رسول اللہ ﷺ کو شدتِ مرض واقع ہوئی تھی تو یہودیوں نے خوشی کی تھی۔ وہ اب جاہل ہندؤں میں رائج ہوگئی۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا ''. (فتاوٰی رشیدیہ ص ۱۵)

بریلوی مکتبہ فکر کے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب کا فتویٰ :

''آخری چہار شنبہ کی کوئی اصل نہیں، نہ اِس دن صحت یابی حضور سیّد عالم ﷺ کا کوئی ثبوت ہے بلکہ مرضِ اقدس جس میں وفات ہوئی اُس کی ابتداء اِسی دن سے بتائی جاتی ہے''۔(احکامِ شریعت ج۳ ص۱۸۳)

بریلوی مکتبۂ فکر کے ایک دُوسرے عالم مولانا امجد علی صاحب تحریر کرتے ہیں :

''ماہِ صفر کا آخری چہار شنبہ ہندوستان میں بہت منایا جاتا ہے۔لوگ اپنے کاروبار بند کردیتے ہیں۔سیر وتفریح اور شکار کو جاتے ہیں پوریاں پکتی ہیں اور نہاتے دھوتے ہیں، خوشیاں مناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اِس روز غسلِ صحت فرمایا تھا اور بیرونِ مدینہ سیر کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ یہ سب باتیں بے اصل ہیں بلکہ اِن دنوں میں حضور اکرم ﷺ کا مرض شدت کے ساتھ تھا،لوگوں کو جو باتیں بتائی ہوئی ہیں،سب خلافِ واقع ہیں''۔(بہارِ شریعت ج۱۶ ص۲۴۲)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کُل تیرہ دن بیمار رہے ہیں اور اِس پر بھی سب متفق ہیں کہ آپ ﷺ نے پیر کے روز وصال فرمایا ہے۔اِس حساب سے اگر دیکھا جائے تو آپ ﷺ کے مرضِ وفات کا دن بدھ ہی بنتا ہے۔اس طرح سے کہ بدھ سے دُوسرے بدھ تک آٹھ دن اور جمعرات سے پیر تک پانچ دن (۸+۵=۱۳) لہٰذا مرضِ وفات کا آغاز بالاتفاق بدھ ہی کا دن ہوا۔ مذکورہ حوالے جات

سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ صفر کے مہینے کی آخری بدھ رسول اللہ ﷺ کے مرضِ وفات کے آغاز کا دن تھا نہ کہ صحت یابی کا، اور آپ ﷺ کے مرضِ وفات پر خوشی کیسی؟

درحقیقت بات یہ ہے کہ آخری چہار شنبہ یہودیوں اور ایرانی مجوسیوں کی رسم ہے جو ایران سے منتقل ہوکر ہندوستان میں آئی ہے اور یہاں کے بے دین بادشاہوں نے اِسے پروان چڑھایا (ملاحظہ ہو ''دائرہ معارف اِسلامیہ'' پنجاب یونیورسٹی ج ۱ ص ۱۸)

یہود کو آنحضرت ﷺ کے شدتِ مرض سے خوشی ہونا بالکل ظاہر اور اُن کی عداوت اور شقاوت کا تقاضہ ہے۔ (فتاوٰی محمودیہ ج ۱۵ ص ۴۱۲)

لہٰذا یہ یہود و ہنود کی خوشی کا دن تو ہوسکتا ہے مسلمانوں کا نہیں۔ مسلمانوں کا اِسے بطورِ خوشی منانا سخت بے غیرتی اور بے اَدبی ہے۔ مسلمانوں کا اِس دن مٹھائی تقسیم کرنا اگرچہ آنحضرت ﷺ کے شدت مرض کی خوشی میں یا یہود کی موافقت کرنے کی نیت سے نہ ہو لیکن بہر حال یہ طریقہ غلط ہے، اِس سے بچنا لازم ہے۔ بغیر نیت کے بھی یہود کی موافقت کا طریقہ اختیار نہیں کرنا چاہیے۔

مسلمانوں کو سوچنا چاہیے کہ وہ اِس یہودیانہ و مجوسیانہ اور ہندوانہ رسم کو اپنا کر کہیں حضور اکرم ﷺ کے مرضِ وفات کا جشن منانے میں یہود و ہنود کی صورتاً موافقت تو نہیں کررہے؟

۞ ۞ ۞

﴿ چار بیماریوں سے حفاظت ﴾

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث میں روایت ہے کہ ایک بڑے میاں جنہیں قبیصہ کہا جاتا تھا وہ حضور علیہ السلام کے پاس آکر کہنے لگے کہ مجھے کوئی ایسی دُعاء بتلا دیں جو مجھے دُنیا و آخرت میں نفع دے آپ ﷺ نے فرمایا دُنیا کے نفع کے لیے تو یہ ہے کہ جب تم صبح کی نماز پڑھ چکو تو تین مرتبہ یہ کلمات کہہ لیا کرو **سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ** اِس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمہیں چار بیماریوں سے بچائیں گے (۱) جذام (۲) پاگل پن (۳) اَندھا پن (۴) فالج ۔(عمل الیوم واللّیلۃ لابن سنی ص ۱۱۷)

غیر مقلدین حضرات سے رفع یدین سے متعلق دس سوالات

﴿ حضرت مولانا اَنوار خورشید صاحب، فاضل جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

غیر مقلدین حضرات نماز میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ رکوع میں جاتے اُٹھتے نیز تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کرتے ہیں اور دُوسروں کو بھی اِن مقامات پر رفع یدین کرنے کی بڑے شدو مد کے ساتھ دعوت دیتے ہیں، مذکورہ مقامات میں سے تکبیر تحریمہ کے وقت کیا جانے والا رفع یدین تو مُتَّفَقٌ عَلَیْہ ہے باقی مقامات پر کیا جانے والا رفع یدین متنازع ہے۔ اِس بناء پر ہم اہل سنت غیر مقلدین حضرات سے چند سوالات کا حل چاہتے ہیں اگر غیر مقلدین حضرات اِن سوالات کے جوابات قرآن پاک کی کسی آیت یا کسی صحیح، صریح، مرفوع حدیث سے دے دیتے ہیں اور ہمیں مطمئن کر دیتے ہیں تو ہم بھی اِن متنازع مقامات پر رفع یدین کرنا شروع کر دیں گے اور اگر غیر مقلدین حضرات اِن سوالات کے جوابات مذکورہ شرائط کے مطابق نہیں دیتے تو پھر اُنہیں چاہیے کہ اِن متنازع مقامات پر نہ خود رفع یدین کریں اور نہ دُوسروں کو اِس کی دعوت دیں۔

پہلا سوال : اَعمالِ شرعیہ میں سے ہر عمل فرض ہوتا ہے یا واجب، سنت ہوتا ہے یا مستحب یا مباح [1] جیسے پانچ نمازیں، رمضان کے روزے، زکٰوۃ اور حج فرض ہیں ہر کوئی اِنہیں فرض سمجھ کر ہی ادا کرتا ہے۔ وتر، عیدین کی نماز، صدقۃ الفطر، قربانی، رمیِ جمار، حلق اور قارن و متمتع کے لیے ذبح یہ سب واجب ہیں۔ اِسی طرح تراویح اور فرض نمازوں سے پہلے یا بعد میں جو رکعتیں پڑھی جاتی ہیں وہ سنت ہیں علی ھذا القیاس۔ غیر مقلدین حضرات سے ہمارا سوال ہے کہ مذکورہ مقامات پر رفع یدین کرنا فرض ہے، واجب ہے، سنت ہے، مستحب ہے یا مباح؟ جو بھی ہو قرآن کی کسی آیت یا کسی صحیح، صریح، مرفوع حدیث سے ثابت کریں۔

دوسرا سوال : مذکورہ متنازع مقامات پر اگر کوئی رفع یدین نہیں کرتا تو اُس کی نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ ہاں یا ناں میں سے جو جواب بھی دیں وہ قرآن کی کسی آیت یا کسی صحیح، صریح، مرفوع حدیث سے دیں۔

---

[1] غیر مقلدین بھی یہ اِصطلاحات استعمال کرتے ہیں ثبوت کے لیے ملاحظہ فرمائیے غیر مقلدین کے مقتدر عالم و مناظر مولانا مبشر ربانی کی کتاب ''آپ کے مسائل اور اُن کا حل جلد دوم''۔ مولانا موصوف اپنی کتاب میں کسی عمل کو فرض کسی کو واجب کسی کو سنت کسی کو مستحب اور کسی کو مباح قرار دیتے ہیں۔

تیسرا سوال : اگر مذکورہ متنازع مقامات پر رفع یدین نہ کرنے کے باوجود نماز صحیح ہو جاتی ہے تو پھر اِن مقامات پر رفع یدین کرنے کی بابت اِس قدر اِصرار اور شدت کیوں برتی جاتی ہے اور اِس پر ہر وقت مناظرہ ومجادلہ اور بحث وتکرار کو کیوں اپنایا جاتا ہے؟

اور اگر مذکورہ مقامات پر رفع یدین نہ کرنے کی وجہ سے نماز نہیں ہوتی یا ناقص ہوتی ہے تو اُن تمام صحابہ، تابعین، تبع تابعین، فقہاء، محدثین، مفسرین، اَولیاءِ کرام اور بزرگانِ دین کی نمازوں کا کیا بنے گا جو اِن مقامات پر رفع یدین کیے بغیر نمازیں پڑھتے رہے؟

اگر اِن تمام حضرات کے رفع یدین کے بغیر نماز پڑھنے کا ثبوت درکار ہو تو ترمذی شریف دیکھ لیجیے اس میں امام ترمذیؒ نے مذکورہ مقامات پر رفع یدین نہ کرنے کی حدیث ذکر کرنے کے بعد آگے لکھا ہے :

" قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی حَدِیْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ حَدِیْثٌ حَسَنٌ ، وَبِہٖ یَقُوْلُ غَیْرُ وَاحِدٍ مِّنْ اَھْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِیْنَ وَھُوَ قَوْلُ سُفْیَانَ وَاَھْلِ الْکُوْفَۃِ ." [۱]

ابوعیسٰی (یعنی امام ترمذیؒ) فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث حَسَن ہے، اور اِسی کے قائل ہیں بے شمار اہل علم صحابہؓ کرام اور تابعین۔ یہی حضرت سفیان ثوریؒ اور اہلِ کوفہ کا قول ہے۔

یاد رہے جس زمانہ کی حضرت امام ترمذیؒ بات کر رہے ہیں اُس زمانہ میں کوفہ کے اندر بڑے بڑے محدثین، مفسرین، اولیاءِ کرام اور بزرگانِ دین رہتے تھے۔ اِسی لیے امام بخاریؒ فرماتے ہیں :

''مجھے لاتعداد مرتبہ علمِ حدیث حاصل کرنے کے لیے کوفہ جانا پڑا ہے۔'' [۲]

چوتھا سوال: غیر مقلدین حضرات چار رکعت والی نماز کے اَندر دس مقامات پر کندھوں تک رفع یدین کرتے ہیں اور اَٹھارہ مقامات پر (یعنی پہلی رکعت کے پہلے سجدہ میں جاتے اُٹھتے، دُوسرے سجدہ میں جاتے اُٹھتے، دُوسری رکعت کے شروع میں اور پہلے سجدہ میں جاتے اُٹھتے، دُوسرے سجدہ میں جاتے اُٹھتے، تیسری رکعت کے پہلے سجدہ میں جاتے اُٹھتے، دُوسرے سجدہ میں جاتے اُٹھتے، چوتھی رکعت کے شروع میں اور پہلے سجدہ

---

[۱] ترمذی ج:۱ ص:۵۹ باب رفع الیدین عند الرکوع ، [۲] ھدی الساری مقدمہ فتح الباری ص:۴۷۸

میں جاتے اُٹھتے اور دُوسرے سجدہ میں جاتے اُٹھتے) رفع یدین نہیں کرتے ، غیر مقلدین حضرات سے ہمارا مطالبہ ہے کہ وہ ایک صحیح ، صریح ، مرفوع حدیث جو غیر مجروح اور غیر معارض ہو پیش کریں جس سے ثابت ہوتا ہو کہ اللہ کے نبی حضرت محمد ﷺ چار رکعات والی نماز میں مذکورہ دس مقامات پر کندھوں تک رفع یدین کرتے تھے اور باقی اَٹھارہ مقامات پر رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ یاد رہے کہ مثبت ومنفی دونوں پہلو ایک حدیث میں ہونے چاہییں جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ترکِ رفع یدین سے متعلق حدیث میں مُثبت ومَنفی دونوں پہلو اکٹھے ہیں چنانچہ آپ فرماتے ہیں :

''کیا میں تمہیں حضور علیہ السلام کی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں پھر آپ نے نماز پڑھی اور پہلی مرتبہ یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا پھر کسی اور جگہ نہیں کیا۔'' [1]

اِس حدیث میں تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے کا اور باقی مقامات میں نہ کرنے کا ذکر ہے۔

پانچواں سوال : غیر مقلدین حضرات مذکورہ متنازع مقامات پر رفعِ یدین کے اثبات میں جتنی حدیثیں پیش کرتے ہیں اوّلاً تو اُن میں کوئی ایک حدیث بھی مذکورہ شرائط کے مطابق ایسی نہیں جس سے دس مقامات پر رفع یدین کرنا اور اَٹھارہ مقامات پر رفع یدین نہ کرنا ثابت ہوتا ہو، ثانیاً اُن احادیث سے صرف اِتنا ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مذکورہ مقامات پر رفع یدین کیا ہے اِسے ہم بھی مانتے ہیں اِس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اختلاف اِس میں ہے کہ اِن متنازع مقامات پر رفع یدین باقی بھی رہا یا نہیں؟ غیر مقلدین حضرات بقاء ودوامِ رفع یدین کے مُدَّعِی ہیں اُن کا دعویٰ ہے کہ اِن مقامات پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ رفع یدین کرتے رہے ہیں، ہمارا غیر مقلدین حضرات سے مطالبہ ہے کہ وہ اپنے دعوے کے مطابق کوئی ایک صحیح ، صریح ، مرفوع حدیث پیش کریں جس سے ثابت ہوتا ہو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ وفات تک رفع یدین کرتے رہے۔

یاد رہے کہ یہ سوال اِس لیے کیا جاتا ہے کہ مذکورہ مقامات پر کیا جانے والا رفع یدین متنازع ہے، اِس میں دونوں طرح کی حدیثیں ملتی ہیں کرنے کی بھی نہ کرنے کی بھی اگر یہ تکبیر تحریمہ کے وقت کیے جانے والے رفع یدین کی طرح غیر متنازع ہوتا تو پھر اِس سوال کی ضرورت نہ ہوتی۔

---

[1] نسائی ج:۱ ص:۱۱۷

چھٹا سوال : مذکورہ مقامات پر کیا جانے والا رفع یدین جس کی غیر مقلدین حضرات اِس قدر رشد و مد کے ساتھ دعوت دیتے ہیں کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اِن مقامات پر رفع یدین کرنے کی اِسی انداز سے دعوت دی تھی؟ کیا آپ ﷺ نے مذکورہ مقامات پر رفع یدین کرنے کا حکم دیا تھا؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو کوئی ایک ایسی صحیح، صریح، مرفوع حدیث پیش فرمائیں جس سے ثابت ہوتا ہو کہ حضور علیہ السلام نے مذکورہ مقامات پر رفع یدین کرنے کی با قاعدہ دعوت دی تھی اور با قاعدہ اِس کا حکم دیا تھا کہ اِن مقامات پر رفع یدین کیا کرو۔

یاد رہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت کیا جانے والا رفع یدین اوّل تو غیر متنازع ہے اِس لیے اِس کا حکم ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں تاہم اگر کوئی اِس کے حکم کی حدیث طلب کرے تو وہ نصب الرایہ ج:۱ ص:۳۱۲ میں موجود ہے وہاں دیکھ لے۔

ساتواں سوال : حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں کو اپنانے والے اور نافذ کرنے والے آپ ﷺ کے خلفاءِ راشدین ہیں جن کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے :

''عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ'' [1]

میری اَور میرے خلفاءِ راشدین کی سنت کو لازم پکڑو

غیر مقلدین حضرات بتلائیں کیا خلفاءِ راشدین مذکورہ متنازع مقامات پر رفع یدین کیا کرتے تھے؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو کوئی ایک صحیح، صریح، غیر مجروح غیر معارض حدیث پیش کریں جس سے ثابت ہوتا ہو کہ خلفاءِ راشدین مذکورہ متنازع مقامات پر رفع یدین کیا کرتے تھے؟

آٹھواں سوال : صحیح اَحادیث سے ثابت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین کیا ہے چنانچہ خود غیر مقلدین کی کتاب فتاوٰی علماء اہلِ حدیث ج:۴ میں اِن احادیث کو صحیح قرار دیا گیا ہے [2] اِسی پر بس نہیں اِس کو حضور علیہ السلام کا آخری عمل اور سنت کہا گیا ہے اور اس پر عمل کرنے والے کو

[1] مسندِ احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ بحوالہ مشکوٰۃ ص:۳۰

[2] غیر مقلدین کے نامور عالم مولانا محمد رئیس ندوی بھی سجدوں کے درمیان رفع یدین کرنے کی احادیث کو صحیح قرار دیتے ہیں، تفصیل کے لیے دیکھیے موصوف کی کتاب ''رسولِ اکرم کا صحیح طریقہ نماز'' ص:۳۵۳ اور ۴۵۴

مردہ سنت کا زندہ کرنے والا اور سو شہیدوں کے اَجر کا مستحق قرار دیا گیا ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ غیر مقلدین حضرات سجدوں کے درمیان رفع یدین نہیں کرتے ؟ اگر وہ کہیں کہ سجدوں والا رفع یدین منسوخ ہو چکا ہے تو ہمارا اُن سے مطالبہ ہے کہ وہ کوئی ایک صحیح ،صریح ،مرفوع حدیث پیش کریں جس سے ثابت ہوتا ہو کہ سجدوں والا رفع یدین منسوخ ہو چکا ہے اور اللہ کے نبی علیہ السلام نے اِس سے منع فرمادیا ہے۔ (یاد رہے کہ غیر مقلدین کے مذکورہ بالا فتاوٰی کی کتاب میں کہا گیا ہے کہ سجدوں والی رفع یدین کا کوئی ناسخ موجود نہیں ہے)۔

نواں سوال : غیر مقلدین حضرات کا معمول ہے کہ اگر امام کے پیچھے اِن کی کوئی رکعت رہ جاتی ہے تو وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑے ہو کر رفع یدین کرتے ہیں، ہمارا غیر مقلدین حضرات سے مطالبہ ہے کہ وہ کوئی ایک صحیح ،صریح ،مرفوع حدیث پیش کریں جس سے ثابت ہوتا ہو کہ اللہ کے نبی علیہ السلام نے ایسا کیا تھا اور اِس کا حکم دیا تھا اور اگر ایسی کوئی حدیث نہیں ہے تو پھر غیر مقلدین حضرات بتلائیں کہ وہ یہ رفع یدین کس کے کہنے پر کرتے ہیں؟

دسواں سوال : صحیح احادیث [۱] میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تکبیر تحریمہ کے علاوہ باقی مقامات پر رفع یدین نہ کرنا بھی آیا ہے۔ ہمارا غیر مقلدین سے سوال ہے کہ وہ اُن احادیث کو عوام سے کیوں چھپاتے ہیں؟ اُن پر عمل کیوں نہیں کرتے ؟ کیا یہ حدیثیں نہیں ہیں؟ اگر وہ کہیں کہ یہ حدیثیں ضعیف ہیں تو سوال یہ ہے کہ اُن کو ضعیف کس نے کہا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے یا اللہ کے نبی علیہ السلام نے ؟ اگر اِن میں سے کسی نے کہا ہے تو قرآن پاک کی کوئی آیت یا کوئی ایسی صحیح ،صریح ،مرفوع حدیث پیش کریں جس سے ثابت ہوتا ہو کہ اللہ یا اللہ کے نبی علیہ السلام نے کہا ہے کہ رفع یدین نہ کرنے والی حدیثیں ضعیف ہیں اُن پر عمل نہ کرنا، کسی اُمتی کا قول نہ ہو کیونکہ غیر مقلدین حضرات کے نزدیک صرف قرآن و حدیث حجت ہیں، دلیل میں صرف وہی پیش کیے جا سکتے ہیں اور کسی اُمتی کی بات بلا دلیل ماننا تقلید ہے اور تقلید شرک ہے۔

❁ ❁ ❁

---

[۱] یاد رہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ترک رفع یدین والی حدیث کو امام ترمذیؒ نے ''حسن'' اور علامہ ابن حزمؒ نے ''صحیح'' قرار دیا ہے، اسی طرح اِس حدیث کو حافظ احمد شاکر اور علامہ البانی نے بھی ''صحیح'' قرار دیا ہے، ایسے ہی علامہ شعیب الارنؤوط، علامہ زہیر الشاویش، ڈاکٹر عبدالمعطی قلعجی بھی اِسے ''صحیح'' سمجھتے ہیں۔

دینی مسائل

﴿ طلاق دینے کا بیان ﴾

طلاقِ صریح اور طلاقِ بائن سے متعلق ایک ضابطہ :

1۔ طلاق صریح رجعی کے الفاظ کہنے کے بعد پھر طلاق صریح خواہ رجعی ہو یا بائن ہو، کے الفاظ کہے ہوں تو دُوسری طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ مثلاً پہلے کہا تجھے طلاق ہے پھر دوبارہ کہا تجھے طلاق ہے یا کہا اِتنے مال کے عوض تجھے طلاق دی تو دُوسری طلاق بھی پڑ گئی۔

2۔ طلاقِ صریح رجعی کے بعد طلاقِ بائن کنایہ الفاظ سے دی جائے تو دُوسری طلاق پڑ جاتی ہے۔

3۔ طلاقِ بائن خواہ خلع کے لیے ذریعہ ہو یا کنایہ سے ہو اُس کے بعد طلاقِ صریح رجعی دی جائے تو وہ واقع ہو جاتی ہے۔

4۔ طلاقِ بائن خواہ لفظ کنایہ سے ہو یا خلع سے ہو یا لفظِ صریح سے ہو مثلاً مال کے عوض طلاق سے ہو اُس کے بعد اگر کنایہ لفظ سے طلاقِ بائن دی جائے تو وہ نہیں پڑتی جبکہ دُوسری کو پہلی کی خبر بنانا ممکن ہو۔ ہاں اگر ایسا کرنا ممکن نہ ہو مثلاً شوہر نے کہا تو فارغ ہے اور پھر کچھ دیر بعد کہا تُو دُوسری مرتبہ فارغ ہے تو چونکہ دُوسری طلاق کو پہلی کی خبر بنانا ممکن نہیں ہے لہٰذا دُوسری طلاق واقع ہو جائے گی۔

5۔ طلاقِ بائن خواہ لفظِ کنایہ سے ہو یا خلع سے دی ہو پھر عدت ہی میں بائن صریح مثلاً مال کے عوض طلاق دی تو دُوسری طلاق بھی واقع ہو جائے گی البتہ اِس صورت میں عورت کے ذمہ مال نہیں آئے گا کیونکہ مال اِس وجہ سے آتا ہے کہ عورت کو فوری خلاصی مل جائے جو کہ اُس کو طلاقِ بائن سے پہلے ہی حاصل ہو چکی ہے۔

رُخصتی سے قبل طلاق کا بیان :

مسئلہ : ابھی رخصتی نہ ہونے پائی تھی کہ شوہر نے طلاق دے دی یا رُخصتی تو ہو گئی لیکن خلوتِ صحیحہ سے پہلے ہی شوہر نے طلاق دے دی تو طلاقِ بائن پڑی چاہے صریح لفظوں میں طلاق دی ہو یا کنایہ لفظوں میں۔ اور ایسی عورت کے لیے طلاق کی عدت بھی کچھ نہیں ہے۔ طلاق ملنے کے فوراً بعد دُوسرے مرد سے نکاح کر

سکتی ہے۔

مسئلہ : شوہر نے ایسی عورت کو کہا کہ تجھ کو طلاق ہے طلاق ہے طلاق ہے تو طلاق کے پہلے لفظ سے عورت پر طلاقِ بائن پڑ جاتی ہے اور چونکہ ایسی عورت کے لیے طلاق کی عدت بھی نہیں ہوتی اِس لیے طلاق کے باقی دو لفظ لغو ہوئے۔

مسئلہ : اَلبتہ اگر شوہر پہلی ہی دفعہ یوں کہہ دے کہ تجھ کو دو طلاق یا تجھ کو تین طلاق تو جتنی دی ہیں سب پڑ گئیں۔

مسئلہ : اگر شوہر نے خلوتِ صحیحہ کے بعد لیکن صحبت سے پیشتر طلاق دی تو وہ طلاقِ بائن ہوئی۔ خلوتِ صحیحہ کی وجہ سے عدت آئے گی۔ اِس عدت میں مزید طلاق دی تو وہ بھی واقع ہو جائے گی۔ (جاری ہے)

بقیہ : دفن کے بعد اَذان کہنے کا مسئلہ

اِس روایت کی روشنی میں اَذانِ قبر کے متعلق آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے شرح مشکوٰۃ ج۱ ص ۳۶ پر ایک ذرّیں اُصول بیان فرمایا ہے کہ :

''تابعداری جس طرح کرنے کے کاموں میں ضروری ہے اِسی طرح چھوڑنے کے کاموں میں بھی ضروری ہے پس جو شخص ایسے کام کو ہمیشہ کرے جسے صاحبِ شریعت نے نہ کیا وہ بدعتی ہوتا ہے۔''

بالکل یہی عبارت مرقاۃ شرح مشکوٰۃ حدیثِ اوّل کی شرح میں موجود ہے۔

بھائی مسلمانوں! غور کرو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں اَذان بھی موجود تھی اَور دفنِ میت کا دستور بھی پھر آپ ﷺ کا اَذان کو چھوڑ دینا ہی اِس بات کی دلیل ہے کہ ہمارے لیے بھی اِس کا چھوڑنا ضروری ہے اَور جو شخص نہ چھوڑے گا وہی بدعتی ہوگا۔ وماعلینا الا البلاغ .

اَخبار الجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

۴؍جنوری کو حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب نے جامعہ کے تمام اساتذۂ کرام کی دعوت کی۔

۸؍جنوری کو جامعہ مدنیہ جدید کے تقریباً ۵۰۰ طلباء نے ۱۰؍محرم الحرام کا روزہ رکھا، بحمد اللہ۔

۱۳؍جنوری کو جامعہ مدنیہ جدید کے فاضل مولانا فرحان صاحب کینیڈا سے تشریف لائے اور حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب سے ملاقات کی۔

۱۴؍جنوری کو حضرت مولانا حسن صاحب مدرس جامعہ مدنیہ جدید حج سے بخیریت واپس تشریف لے آئے، والحمد للہ۔ اللہ تعالیٰ سب کا حج اور دُعائیں قبول فرمائے، آمین۔

۲۳؍جنوری کو حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب جامعہ مدنیہ قدیم کے فاضل مولانا فلک شیر صاحب اور اُن کے بھائی شعیب صاحب کی دعوت پر مدرسہ کے سنگِ بنیاد اور افتتاحِ جمعۃ المبارک کے لیے منڈی بہاؤالدین تشریف لے گئے اور رات ۹ بجے بخیریت واپسی ہوئی۔

۲۸؍جنوری کو بعد نمازِ عصر شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب نے مدرسہ اُم سلمہؓ للبنات واقع شام نگر میں خواتین کو ''ماہِ صفر سے متعلق نحوست کے عقیدہ کی تردید'' پر درس حدیث دیا۔

قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ ارسال کیا جارہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی ادارہ سے وابستہ ہے اس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی ارسال فرمادیں اور دیگر احباب کو بھی اس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے ادارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (ادارہ)

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلبِ سڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اور اپنے عزیزواقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

1۔ سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 5330310 - 42 - 92+ - 5330311 - 42 - 92+

2۔ سیّد محمود میاں ''بیت الحمد'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبر : 7726702 - 42 - 92+ - 7703662 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+ V فون نمبر : 6152120 - 42 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اکاؤنٹ نمبر 0-7915 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)

مسجد حامد کا اکاؤنٹ نمبر 1-1046 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)